دامادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تالیف محمد فیاض چشتی

پروگریسو بکس

Marfat.com

دامادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

تالیف

محمد فیاض چشتی

پروگریسو بکس
یوسف مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ
اُردو بازار ○ لاہور
فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

Marfat.com

جملع حقوق الطبع محفوظ للناشر
جملہ حقوق ناشر محفوظ ہیں۔

دامادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تالیف محمد فیاض چشتی

297.9922
195 ف
142293

باراول	جون 2018
پرنٹرز	آصف صدیق، پرنٹرز
سرورق	النافع گرافکس 0333-4951246
تعداد	600/-
ناشر	چوہدری غلام رسول۔ میاں جواد رسول میاں شہزاد رسول
قیمت	/= روپے

ملنے کے پتے

ملت پبلی کیشنز
فیصل مسجد اسلام آباد Ph: 051-2254111
E-mail: millat_publication@yahoo.com

اسلام بک ڈپو
۱۲۔ گنج بخش روڈ لاہور فون 042-37112941 0323-8836776

شوروم ملت پبلی کیشنز دوکان نمبر 5- مکہ سنٹر نیو اردو بازار لاہور 0321-4146464
Ph: 042-37239201 Fax: 042-37239200

پروگریسو بکس لاہور
یوسف مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ
اردو بازار ○ لاہور
فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

Marfat.com

حمد باری تعالیٰ

ذرے ذرے میں تو وحدہٗ وحدہٗ
ہے صدا چار سو وحدہٗ وحدہٗ

ساری مخلوق کے لب پہ ہے رات دن
تیری ہی گفتگو وحدہٗ وحدہٗ

تیرے ڈر سے جو روتی ہے اُس آنکھ کا
ہو گیا ہے وضو وحدہٗ وحدہٗ

صورتِ مصطفی میں ہوا جلوہ گر
خود ہی تو ہو بہو وحدہٗ وحدہٗ

جاؤں دُنیا سے جب ہو لبوں پہ ریاض
اللہ ہو اللہ ہو وحدہٗ وحدہٗ

علامہ سید ریاض الدین سہروردی

نعت رسول مقبول ﷺ

جنت کی رہگذر ہے رستہ میرے نبی کا
بخشش کا واسطہ ہے روضہ میرے نبی کا

نبیوں نے دی بشارت آئیں گے رب کے دلبر
برسوں سے ہورہا تھا شہرہ میرے نبی کا

پیغام حق کو سن کر سر خم کیا اسی پل پر
بو بکر جانتے تھے رتبہ میرے نبی کا

خاکی بدن تھا ظاہر پُر نور کے تھے پیکر
ہر پل چمک رہا تھا چہرہ میرے نبی کا

حور وملک تھے شاداں اک نور کا سماں تھا
افلاک پر تھا جاری چرچا میرے نبی کا

بخشش ضرور ہوگی امت کی روز محشر
راضی کرے گا رب کو سجدہ میرے نبی کا

دربار مصطفیٰ کو یہ فیض ہے سکندر
ملتا ہے ہر کسی کو صدقہ میرے نبی کا

Marfat.com

انتساب

میں اپنی اس کاوش کو اپنے والدین اور عکس ضیاء الامت پیر ڈاکٹر محمد ابوالحسن شاہ الازہری مدظلہ العالی کے نام کرتا ہوں کی محبتوں اور کاوشوں سے میں اس قابل ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت، اولیاء کاملین کی سیرت کو صفحہ قرطاس پر لانے کے قابل ہوا۔

اللہ تعالیٰ میری کاوش کو قبولیت عطا فرمائے

Marfat.com

فہرست

عنوانات	صفحہ
❖ ابتدائیہ	15
❖ جب صور پھونکا جائے گا	16
❖ نبی کریم ﷺ کا خاندان	18
❖ نبی کریم ﷺ کی منہ بولی مائیں	18
❖ نبی کریم ﷺ کو دودھ پلانے والی خواتین	18
❖ نبی کریم ﷺ کے رضاعی بھائی بہن	18
❖ نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات	18
❖ نبی کریم ﷺ کے بیٹے کس کس بیوی سے ہیں	19
❖ نبی کریم ﷺ کی بیٹیاں	19
❖ نبی کریم ﷺ کے داماد	19
❖ نبی کریم ﷺ نے نواسے	19
❖ نبی کریم ﷺ کی نواسیاں	20
❖ نبی کریم ﷺ کے چچا	20
❖ نبی کریم ﷺ کی پھوپھیاں	20
❖ نبی کریم ﷺ کے بیٹے	22
❖ نبی کریم ﷺ کی بیٹیاں	22
باب اول	
❖ حضرت زینب بنت نبی کریم ﷺ	24

Marfat.com

❖ حضرت ابو العاص بن الربیع رضی اللہ عنہ 26

❖ نسب 26

❖ حالات زندگی 26

❖ داماد رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم 26

❖ غزوہ بدر میں کفار کے ساتھ 27

❖ قبول اسلام 28

❖ وفات 29

❖ محبت کی ایک لازوال داستان 29

❖ امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہا 34

❖ امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہا کا نسب نامہ 34

❖ امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح 35

❖ امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات 35

❖ نانا کی محبت 35

باب دوم

❖ حضرت رقیہ بنت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم 36

❖ حضرت ام کلثوم بنت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم 37

❖ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ 43

❖ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا شجرہ نسب 44

❖ نشوونما 44

❖ سلامت فطرت 45

❖ حلیہ مبارک 46

Marfat.com

❖ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا لباس	46
❖ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی غذا	46
❖ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا انداز گفتگو	46
❖ عبادت وخشیت	46
❖ اخلاق حمیدہ	47
❖ منکسر المزاج	47
❖ کتابت وحی	47
❖ ازواج واولاد	48
❖ ہجرت حبشہ	48
❖ ہجرت مدینہ	48
❖ قبول اسلام	49
❖ ذوالنورین	49
❖ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت	50
❖ جامع قرآن	50
❖ حدیث میں ذکر	51
❖ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت	51
❖ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور حکومت	52
❖ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامات	53
❖ زنا کار آنکھیں	53
❖ ہاتھ میں کینسر	54
❖ گستاخی کی سزا	54

Marfat.com

❖ خواب میں پانی پی کر سیراب	56
❖ اپنے مدفن کی خبر	57
❖ شہادت کے بعد غیبی آواز	59
❖ مدفن میں فرشتوں کا ہجوم	59
❖ گستاخ درندہ کے منہ میں	59
❖ قبول اسلام کی داستان حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی زبانی	60
❖ فضل وکمال	62
❖ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جمع وتدوین قرآن	63
❖ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جمعہ کے دن دوسری اذان	64
❖ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توسیع	64
❖ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر اعتماد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	65
❖ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی دس خصوصیتیں	65
❖ صلح حدیبیہ اور بیعت رضوان	66
❖ عروہ دربارِ رسالت میں	67
❖ حضرت عثمان کی ایک فضیلت	72
❖ پیکر جود وسخا	75
❖ ایک نبی ایک صدیق دو شہید	77
❖ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں	79
❖ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں	80
❖ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف سے بیعت	81
❖ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصیحت	81

Marfat.com

❖ بئر رومہ کی خریداری	82
❖ خلافت کی ذمہ داریاں	82
❖ زیادہ منافع لینے کا انوکھا انداز	87
❖ غزوۂ تبوک کا سبب	89
❖ فہرست چندہ دہندگان	90
❖ فوج کی تیاری	92
❖ تبوک کو روانگی	93
❖ راستے کے چند معجزات	95
❖ ہوا اڑا لے گئی	96
❖ گمشدہ اونٹنی کہاں ہے؟	96
❖ تبوک کا چشمہ	96
❖ رومی لشکر ڈر گیا	97
❖ ذوالبجادین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر	99
❖ ہر سال حج کرتے	101
❖ تین مرتبہ جنت خریدی	102
❖ غزوات میں شرکت	103
❖ رفاہی کام۔۔۔جنت کی بشارتیں	103
❖ فتوحات اور اسلامی نظام حکومت کا نظم ونسق	104
❖ اشاعت قرآن	105
❖ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت	105

Marfat.com

باب سوم

❖ حضرت فاطمہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا	106
❖ ولادت اور خاندان	106
❖ القاب اور کنیت	107
❖ حالاتِ زندگی	107
❖ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی	109
❖ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جہیز	110
❖ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی	111
❖ حضرت ام سلمٰی رضی اللہ عنہا کے اشعار	111
❖ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اشعار	112
❖ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے اشعار	112
❖ شادی کے بعد	112
❖ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد	114
❖ مباہلہ	114
❖ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال	118
❖ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا وصال	119
❖ ایثار وسخاوت انفاق فی سبیل اللہ	119
❖ اہل جنت خواتین کی سردار سیدہ	121
❖ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا تعارف	125
❖ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم آغوش مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں	126
❖ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نام رکھا	127

Marfat.com

❖ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ایمان لانا 127
❖ وادی خیبر 129
❖ فاتح قلعہ ناعم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم 130
❖ ایک سجدہ کئے بغیر جنت میں داخل ہونے والا خوش نصیب حبشی 134
❖ مبارک ہو تمہارے بھائی کا قاتل مر گیا 136
❖ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شادی 141
❖ شادی کے لئے ضروری سامان کی خریداری 142
❖ حضرت فاطمہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کا جہیز 142
❖ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی تقریب 142
❖ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی دعوت ولیمہ 142
❖ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اولاد 143
❖ سرایا بنی سعد 143
❖ یمن میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی تعیناتی 143
❖ قبیلہ طے کا بت 143
❖ یمن کے قاضی 144
❖ سب سے بڑے قاضی 144
❖ غدیر خم 144
❖ شہادت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ 145
❖ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی عمر 147
❖ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی مدت خلافت 147
❖ مقام علم وفضل 147

Marfat.com

❖ جاں نثاری وامانت داری	148
❖ حضور نبی اکرم ﷺ کی حسنِ کفالت	149
❖ ہمت وشجاعت کے پیکر	150
❖ قوت اجتہاد	151
❖ انوکھا فیصلہ	151
❖ رزق کہاں سے آئے گا	152
❖ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فیصلہ پسند فرمایا	153
❖ مشہور زمانہ فیصلہ	153
❖ اسلامی تاریخ کا فیصلہ	154
❖ گمنام قتل کا پتہ لگالیا	155
❖ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا	155
❖ ترک قرأت خلف الامام	156
❖ آمین آہستہ کہنا	156
❖ ترک رفع یدین	156
❖ سب سے اچھا فیصلہ کرنے والے	158
❖ یادداشت	160

❖❖❖❖❖

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا

ابتدائیہ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم اما بعد سلام علی من اتبع الھدیٰ وسلام علی من قال یا رسول اللہ ﷺ

اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ۝ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۝

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ ۝ فَمَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ فِي جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ۝ تَلْفَحُ وُجُوهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ ۝ صدق اللہ العظیم

سب تعریفیں اس بزرگ و برتر خلاق عالم کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کو مرتبہ کمال تک پہنچانے والا ہے اور درود لامحدود سید عالم ﷺ کی ذات اقدس ہے جو باعث وجہ تخلیق کائنات ہے اور جس ذات مقدسہ کے وجود مسعود کا صدقہ اور جس کی پیروی کرنے سے جنت کی اعلیٰ نعمتوں کا حصول ممکن ہوتا ہے اور جس کی پیروی راہِ حق کے مسافروں کے باعث تسکین واطمینان ہے۔

پس جب کہ صور پھونک دیا جائے گا اس دن نہ تو آپس کے رشتے دار ہی رہیں گے، نہ آپس کی پوچھ گچھ۔ جن کی ترازو کا پلہ بھاری ہو گیا وہ تو نجات والے ہو گئے۔ اور جن کے ترازو کا پلہ ہلکا ہو گیا یہ ہیں وہ جنہوں نے اپنا نقصان آپ کر لیا جو ہمیشہ کے لئے جہنم واصل

Marfat.com

ہوئے۔ ان کے چہروں کو آگ جھلستی رہے گی اور وہ وہاں بدشکل بنے ہوئے ہوں گے۔

جب صور پھونکا جائے گا

جب جی اٹھنے کا صور پھونکا جائے گا اور لوگ اپنی قبروں سے زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے، اس دن نہ تو کوئی رشتے ناتے باقی رہیں گے۔ نہ کوئی کسی سے پوچھے گا، نہ باپ کو اولاد پر شفقت ہوگی، نہ اولاد باپ کا غم کھائے گی۔ عجب آپا دھاپی ہوگی۔ جیسے فرمان ہے کہ وَلَا يَسْأَلُ حَمِيمٌ حَمِيمًا يُبَصَّرُونَهُمْ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيهِ (المعارج: ۱۰ام۱۱) کوئی دوست کسی دوست سے ایک دوسرے کو دیکھنے کے باوجود کچھ نہ پوچھے گا۔ صاف دیکھے گا کہ قریبی شخص ہے مصیبت میں ہے، گناہوں کے بوجھ سے دب رہا ہے لیکن اس کی طرف التفات تک نہ کرے گا، نہ کچھ پوچھے گا آنکھ پھیر لے گا، جیسے قرآن میں ہے کہ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ (عبس: ۳۴۔۳۷) اس دن آدمی اپنے بھائی سے، اپنی ماں سے، اپنے باپ سے، اپنی بیوی سے، اور اپنے بچوں سے بھاگتا پھرے گا"

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اگلوں پچھلوں کو جمع کرے گا پھر ایک منادی ندا کرے گا جس کسی کا کوئی حق کسی دوسرے کے ذمہ ہو وہ بھی آئے اور اس سے اپنا حق لے جائے۔ تو اگرچہ کسی کا کوئی حق باپ کے ذمہ یا اپنی اولاد کے ذمہ یا اپنی بیوی کے ذمہ ہو وہ بھی خوش ہوتا ہوا اور دوڑتا ہوا آئے گا اور اپنے حق کے تقاضے شروع کرے گا جسے اس آیت فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ (سورۃ المؤمنون: ۱۰۱) میں ہے۔

مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے جو چیز اسے ناخوش کرے وہ مجھے بھی ناخوش کرتی ہے اور جو چیز اسے خوش کرے وہ مجھے بھی خوش کرتی ہے قیامت کے روز سب رشتے ناتے ٹوٹ

Marfat.com

جائیں گے لیکن میرا نسب میرا سبب میری رشتہ داری نا ٹوٹے گی" (مسند احمد)

اس حدیث کی اصل بخاری مسلم میں بھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے اسے ناراض کرنے والی اور اسے ستانے والی چیزیں مجھے ناراض کرنے والی اور مجھے تکلیف پہنچانے والی ہے"۔ (صحیح بخاری)

مسند احمد میں ہے رسول اللہ علیہ وسلم نے منبر پر فرمایا "لوگوں کا کیا حال ہے کہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رشتہ بھی آپ کی قوم کو کوئی فائدہ نہ دے گا واللہ میرے رشتہ دنیا میں اور آخرت میں ملا ہوا ہے۔ اے لوگو! میں تمہارا میر سامان ہوں، جب تم آؤ گے، ایک شخص کہے گا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں فلاں بن فلاں ہوں، میں جواب دونگا کہ ہاں نسب تو میں نے پہچان لیا لیکن تم لوگوں نے میرے بعد بدعتیں ایجاد کی تھیں اور ایڑیوں کے بل مرتد ہو گے تھے"۔ (مسند احمد)

مسند امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما میں ہم نے کئی سندوں سے یہ روایت کی ہے کہ جب آپ نے ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو فرمایا کرتے تھے واللہ مجھے اس نکاح سے صرف یہ غرض تھی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ہر سبب ونسب قیامت کے دن کٹ جائے گا مگر میرا نسب اور سبب۔ (مسند عمر بن الخطاب لابن کثیر) بھی مذکور ہے کہ آپ نے ان کا مہر از روئے تعظیم و بزرگی چالیس ہزار مقرر کیا تھا۔

ابن عساکر میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کل رشتے ناتے اور سسرالی تعلقات بجز میرے ایسے تعلقات کے قیامت کے دن کٹ جائیں گے"۔ (طبرانی کبیر: ج، ۳، ۴۵: صحیح بالشواھد) ایک حدیث میں ہے کہ "میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ جہاں میرا نکاح ہوا ہے اور جس کا نکاح میرے ساتھ ہوا ہے وہ سب جنت میں بھی میرے ساتھ رہیں تو اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی"۔ (تاریخ دمشق)

Marfat.com

نبی کریم ﷺ کا خاندان

ہم خاندان نبوت کو اچھی طرح یاد کرلیں تو یہودیوں کے پھیلائے ہوئے نفرت کے سائے اور تفرقے مٹ سکتے ہیں۔

(۱) نبی کریم ﷺ کے پردادا ہاشم (۲) نبی کریم ﷺ کے دادا عبدالمطلب (۳) نبی کریم ﷺ کے والد عبداللہ (۴) نبی کریم ﷺ کی والدہ بی بی آمنہ (۵) پرورش کرنے دودھ پلانے والی حضرت حلیمہ سعدیہ

نبی کریم ﷺ کی منہ بولی مائیں

آپ ﷺ نے فرمایا میری بعد یہ میری مائیں ہیں، حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا، حضرت حلیمہ سعدیہ، حضرت فاطمہ بنت اسد۔

نبی کریم ﷺ کو دودھ پلانے والی خواتین

والدہ ماجدہ بی بی آمنہ، ثوبیہ الاسلمیہ۔ خولہ بنت المنذر، ام ایمن اور حلیمہ سعدیہ۔

نبی کریم ﷺ کے رضاعی بھائی بہن

مسروح، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، بوسلمہ بن عبداللہ المخزومی، عبداللہ، انیسہ، خذیفہ، خدافہ جن کا لقب شیما تھا، ضمرہ

نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات

(۱) حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بنت خویلد (۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بنت ابوبکر رضی اللہ عنہ (۳) حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا (۴) حضرت زینب بنت حجش رضی اللہ عنہا (۵) حضرت ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہا (۶) حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بنت زمعہ (۷) حضرت حفصہ بنت عمر فاروق رضی اللہ عنہا (۸) حضرت ام سلمہ بن سہیل رضی اللہ عنہا (۹) حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بنت حارث (۱۰) حضرت

Marfat.com

صفیہ بنت حیی بن اخطب رضی اللہ عنہما (۱۱) حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما بنت حارث (۱۲) حضرت ماریہ قبطہ رضی اللہ عنہما (۱۳) حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہما بنت شمعون۔

نبی کریم ﷺ کے بیٹے کس کس بیوی سے ہیں

(۱) حضرت قاسم بن محمد ﷺ (۲) حضرت عبداللہ بن محمد ﷺ یہ دونوں بیٹے حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہما سے پیدا ہوئے (۳) حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ بن محمدؐ یہ بیٹا ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہما سے پیدا ہوا۔

نبی کریم ﷺ کی بیٹیاں

(۱) حضرت زینب بنت محمد ﷺ (۲) حضرت کلثوم بنت محمد ﷺ (۳) حضرت رقیہ بنت محمد ﷺ (۴) حضرت فاطمہ بن محمد ﷺ یہ سب بیٹیاں رضی اللہ عنہن حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہما سے پیدا ہوئیں۔

نبی کریم ﷺ کے داماد

(۱) حضرت زینب بنت محمد ﷺ زوجہ حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ (۲) حضرت کلثوم بنت محمد (اول زوجہ) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت رقیہ بنت محمد (زوجہ ثانیہ) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ (۳) حضرت فاطمہ بنت محمد ﷺ زوجہ حضرت علی رضی اللہ عنہ

نبی کریم ﷺ نے نواسے

(۱) حضرت علی بن ابی العاص رضی اللہ عنہ (۲) حضرت عبداللہ بن عثمان رضی اللہ عنہ (۳) حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ (۴) حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ (۵) حضرت محسن بن علی رضی اللہ عنہ

Marfat.com

نبی کریم ﷺ کی نواسیاں

(۱) حضرت امامہ بن ابی العاص رضی اللہ عنہ زوجہ حضرت علی رضی اللہ عنہ
(۲) حضرت زینب بن علی رضی اللہ عنہ زوجہ عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم۔ (۳) حضرت کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہ زوجہ عمر فاروق رضی اللہ عنہم (۴) حضرت رقیہ بنت علی رضی اللہ عنہما بچپن میں وفات پائی۔

نبی کریم ﷺ کے چچا

رسول اللہ ﷺ کے دس چچا تھے جن کے نام یہ ہیں:

(۱) حضرت عباس رضی اللہ عنہ (۲) حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ (۳) جناب ابوطالب (۴) ابولھب (۵) حارث (۶) قثم (۷) عبدالکعبہ (۸) زبیر (۹) غیداق (۱۰) ضرار

ان دس میں سے دو نبی کریم ﷺ کے چچا مسلمان ہوئے، یعنی حضرت حمزہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن حارث بھی تایازاد تھے جو کہ مسلمان ہوئے۔

نبی کریم ﷺ کی پھوپھیاں

رسول اللہ ﷺ کی پھوپھیوں کے نام یہ ہیں۔

عاتکہ، امیمہ، بیضا، برہ، اروئی، صفیہ۔

حضرت عاتکہ اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہما حضرت زبیر بن عوام کی والدہ نے اسلام قبول کیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں بیٹے اور بیٹیاں جن میں سب سے پہلے قاسم رضي الله تعلیٰ عنہ تھے جو کہ بچپن میں ہی فوت ہوئے، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ سواری پر سوار ہونے کی عمر تک زندہ رہے، ان کے بعد زینب رضي الله تعالى عنہا ہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے

Marfat.com

کہ یہ قاسم رضي الله تعالی عنہ سے بڑی تھیں۔

پھر ان کے بعد رقیہ اور ام کلثوم، اور فاطمہ رضي الله تعالی عنہن ہیں، اور ہر ایک کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ اپنی دوسری بہنوں سے بڑی تھی۔

ابن عباس رضي الله تعالی عنہما سے بیان کیا گیا ہے کہ رقیہ رضي الله تعالی عنہا تینوں سے بڑی تھیں، اور ام کلثوم رضي الله تعالی عنہا سب سے چھوٹی تھیں۔

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہ کی پیدائش ہوئی، اور اس میں اختلاف ہے کہ آیا وہ نبوت سے قبل پیدا ہوئے یا کہ وہ بعد از نبوت، اور بعض نے اسے صحیح قرار دیا کہ وہ نبوت کے بعد پیدا ہوئے۔

اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ آیا عبداللہ ہی طاہر اور طیب ہیں یا کہ وہ دونوں کوئی اور ہیں اس میں دو قول ہیں، اور صحیح یہی ہے کہ یہ دونوں عبداللہ کے لقب ہیں۔

(واللہ تعالی اعلم)

اور یہ سب کے سب خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا کی اولاد ہے، اور کسی دوسری بیوی سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ان کی لونڈی ماریہ قبطیہ سے آٹھ ہجری میں حضرت ابراھیم پیدا ہوئے۔ (زادالمعاد 1/103)

تو اس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری کی ساری اولاد خدیجہ رضي الله تعالی عنہا سے پیدا ہوئی اور صرف حضرت ابراہیم جو کہ ماریہ قبطیہ رضي الله تعالی عنہا سے تھے جو کہ اسکندریہ کے بادشاہ اور قبطیوں کے بڑے کی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور ہدیہ پیش کی گئی تھیں۔

تو اس طرح صحیح یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کی تعداد سات جن میں تین بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں جن کے نام ذیل میں دیے جاتے ہیں:

Marfat.com

نبی کریم ﷺ کے بیٹے

(۱) حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۲) حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۳) حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نبی کریم ﷺ کی بیٹیاں

(۱) حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(۲) حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(۳) حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(۴) حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے علاوہ باقی ساری اولاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہے فوت ہوگئ صرف فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد فوت ہوئیں۔

زیر نظر کتاب میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ رشتہ کی فضیلت کے پیش نظر حضور نبی کریم ﷺ کے داماد کے حالات زندگی پر گفتگو کی گئی ہے جس میں آپ ﷺ کی بنات کے مختصر حالات زندگی بھی درج لئے گئے ہیں تا کہ ان مقدس ہستیوں کے حالات وواقعات کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ نبی کریم ﷺ کی بیٹیوں کی تعداد چار ہے جس پر امت کا اتفاق ہے مگر اس کتاب کو تین ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے اس لئے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عقد میں آپ ﷺ کی دو صاحبزادیاں ہیں۔

باب اول: حضرت زینب بنت رسول اللہ ﷺ اور آپ رضی اللہ عنہا کے خاوند ابو العاص بن ربیع کے حالات زندگی پر مشتمل ہے۔

باب دوم: حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم بنت رسول کریم ﷺ اور ان کے

۱۸۸۳۹۳

Marfat.com

خاوند حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی پر مشتمل ہے۔

باب سوم: حضرت فاطمہ طیبہ طاہرہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی پر مشتمل ہے۔

خاکپائے در چشت
مفتی محمد فیاض چشتی

❖❖❖❖❖

Marfat.com

باب اول

حضرت زینب بنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت زینب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب بیٹیوں میں بڑی تھیں۔ جو اظہار نبوت سے دس سال قبل پیدا ہوئیں۔ کم سنی میں ہی یعنی نبوت سے قبل ان کی شادی خالہ زاد بھائی ابوالعاص کے ساتھ ہوئی جو حضرت خدیجہ کی حقیقی بہن کے بیٹے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبوت کے منصب پر فائز ہونے کے بعد زینب بھی اسلام لے آئیں۔ ہجرت کا سفر حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر کے بغیر کیا کیونکہ وہ اس وقت اسلام نہیں لائے تھے۔ اس لیے مکہ میں ہی رہے۔ ابوالعاص مشرکین کے ساتھ غزوۂ بدر میں شریک تھے اور دوسرے قیدیوں کے ساتھ یہ بھی گرفتار کیے گئے جنہیں بعد میں رہا کر دیا گیا۔ جس کے بعد حضرت زینب بنت رسول اللہ ﷺ کے شوہر مکہ روانہ ہو گئے وہاں جس کا کچھ حساب لینا دینا تھا اسے بے باق کیا جب کوئی مطالبہ باقی نہ رہا تو اہل قریش کے سامنے علانیہ مسلمان ہو گئے اور مدینہ منورہ ہجرت کی۔ اور باقی زندگی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر کے اسلام لانے کے بعد ان کے ساتھ مدینہ میں ہی گذاری جو ایک یا سوا سال ہی تھی۔ ۸ ہجری میں زینب کا انتقال ہوا۔

یہ ابتدائے اسلام ہی میں مسلمان ہو گئی تھیں اور جنگ بدر کے بعد حضور ﷺ نے ان کو مکہ سے مدینہ بلا لیا تھا مکہ میں کافروں نے ان پر جو ظلم وستم کے پہاڑ توڑے ان کا تو پوچھنا ہی کیا حد ہو گئی کہ جب یہ ہجرت کے ارادے سے اونٹ پر سوار ہو کر مکہ سے باہر نکلیں تو کافروں نے ان کا راستہ روک لیا اور ایک کافر جو بڑا ہی ظالم تھا ہبار بن الاسود اس نے

Marfat.com

نیزہ مار کران کو اونٹ سے زمین پر گرا دیا جس کے صدمہ سے ان کا حمل ساقط ہو گیا یہ دیکھ کر ان کے دیور کنانہ کو جو اگرچہ کافر تھا ایک دم طیش آ گیا اور اس نے جنگ کے لئے تیر کمان اٹھا لیا یہ ماجرا دیکھ کر ابوسفیان نے درمیان میں پڑ کر راستہ صاف کرا دیا اور یہ مدینہ منورہ پہنچ گئیں۔ حضور اکرم ﷺ کے قلب کو اس واقعہ سے بڑی چوٹ لگی چنانچہ آپ نے ان کے فضائل میں یہ ارشاد فرمایا کہ۔

هِيَ أَفْضَلُ بَنَاتِي أُصِيبَتْ فِيَّ

یہ میری بیٹیوں میں اس اعتبار سے بہت فضیلت والی ہے کہ میری طرف ہجرت کرنے میں اتنی بڑی مصیبت اٹھائی۔

پھر ان کے بعد ان کے شوہر ابوالعاص بھی مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آ گئے اور دونوں ایک ساتھ رہنے لگے ان کی اولاد میں ایک لڑکا جن کا نام علی تھا اور ایک لڑکی جن کا نام امامہ تھا زندہ رہے ابن عساکر کا قول ہے کہ علی جنگ یرموک میں شہید ہو گئے امامہ سے حضور ﷺ کو بے حد محبت تھی بادشاہ حبشہ نے تحفہ میں ایک جوڑا اور ایک قیمتی انگوٹھی دربار نبوت میں بھیجی تو آپ ﷺ نے یہ انگوٹھی اپنی نواسی امامہ کو عطا فرمائی اس طرح کسی نے ایک مرتبہ بہت ہی بیش قیمت اور انتہائی خوبصورت ایک ہار نذر کیا تو سب بیبیاں یہ سمجھتی تھیں کہ حضور ﷺ یہ ہار عائشہ کے گلے میں ڈالیں گے مگر آپ نے یہ فرمایا کہ میں یہ ہار اس کو پہناؤں گا جو میرے گھر والوں میں مجھ کو سب سے زیادہ پیاری ہے یہ فرما کر آپ ﷺ نے یہ قیمتی ہار اپنی نواسی امامہ کے گلے میں ڈال دیا۔

۸ ھ میں زینب کا انتقال ہو گیا اور حضور ﷺ نے تبرک کے طور پر اپنا تہبند شریف ان کے کفن میں دے دیا اور نماز جنازہ پڑھا کر خود اپنے مبارک ہاتھوں سے ان کو قبر میں اتارا ان کی قبر شریف بھی جنت البقیع مدینہ منورہ میں ہے۔

(شرح العلامۃ الزرقانی، الفصل الثانی فی ذکر اولادہ الکرام علیہ وعلیہم الصلوۃ والسلام)

Marfat.com

حضرت ابوالعاص بن الربیع رضی اللہ عنہ

نام لقیط، کنیت ابوالعاص۔ ام المومنین حضرت خدیجہ کے بھانجے تھے۔ صحابی اور داماد رسول اللہ ﷺ ان کے والد علی بن العاص تھے۔ آنحضرت کی بعثت پر یہ ایمان نہ لائے۔ بلکہ غزوہ بدر میں مشرکین کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف لڑے۔

نسب

ابوالعاص لقیط بن الربیع بن عبدالعزی بن عبدشمس بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ، العبشمی القرشی الکنانی۔ (مدارج النبوت، قسم سوم، باب ہشتم، ج ۲، ص ۳۲۵)

حالات زندگی

ابوالعاص بن ربیع حضرت زینب بنت نبی کریم ﷺ کے خاوند تھے۔ جس سے ان کا ایک فرزند جس کا نام علی تھا اور ایک لڑکی جن کا نام امامہ تھا، پیدا ہوئے۔ زمانہ جاہلیت میں ان کا بہت بڑا کاروبار تھا۔ حضرت فاطمہ زہراء نے حضرت علی مرتضیٰ کو وصیت کی تھی کہ میری وفات کے بعد آپ حضرت امامہ بنت ابوالعاص سے نکاح کر لیں۔ چنانچہ حضرت علی نے حضرت سیدہ فاطمہ کی وصیت پر عمل کیا۔

(المواہب اللدنیہ وشرح الزرقانی، باب فی ذکر اولاد الکرام، ج ۴، ص ۳۱۸، ۳۱۹)

داماد رسول ﷺ

اعلانِ نبوت سے قبل حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی فرمائش پر نبی کریم ﷺ نے اپنی بڑی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح ان کے خالہ زاد بھائی ابوالعاص بن ربیع سے کر دیا۔ ابوالعاص حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن حضرت ہالہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے بیٹے تھے۔ حضورِ اکرم ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سفارش سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا ابوالعاص کے ساتھ نکاح فرما دیا تھا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا تو مسلمان ہوگئی تھیں مگر ابوالعاص شرک و کفر پر اڑا رہا۔

Marfat.com

رمضان ۲ ھ میں جب ابوالعاص جنگِ بدر سے گرفتار ہو کر مدینہ آئے۔ اس وقت تک حضرت زینب مسلمان ہوتے ہوئے مکہ مکرمہ ہی میں مقیم تھیں۔ چنانچہ ابوالعاص کو قید سے چھڑانے کے لیے انہوں نے مدینہ میں اپنا وہ ہار بھیجا جو ان کی ماں حضرت خدیجہ نے ان کو جہیز میں دیا تھا۔ یہ ہار حضورِ اقدس ﷺ کا اشارہ پا کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت زینب کے پاس واپس بھیج دیا اور حضور ﷺ نے ابوالعاص سے یہ وعدہ لے کر ان کو رہا کر دیا کہ وہ مکہ پہنچ کر حضرت زینب کو مدینہ منورہ بھیج دیں گے۔ چنانچہ ابوالعاص نے اپنے وعدہ کے مطابق حضرت زینب کو اپنے بھائی کنانہ کی حفاظت میں بطن یاجج تک بھیج دیا۔ ادھر حضور ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ کو ایک انصاری کے ساتھ پہلے ہی مقام بطن یاجج میں بھیج دیا تھا۔ چنانچہ یہ دونوں حضرات بطن یاجج سے اپنی حفاظت میں حضرت زینب کو مدینہ منورہ لائے۔ جب حضرت زینب مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئیں تو کفار قریش نے ان کا راستہ روکا یہاں تک کہ ایک بدنصیب ظالم ہبار بن الاسود نے ان کو نیزہ سے ڈرا کر اونٹ سے گرا دیا جس کے صدمہ سے ان کا حمل ساقط ہو گیا۔ مگر ان کے دیور کنانہ نے اپنے ترکش سے تیروں کو باہر نکال کر یہ دھمکی دی کہ جو شخص بھی حضرت زینب کے اونٹ کا پیچھا کریگا۔ وہ میرے ان تیروں سے بچ کر نہ جائے گا۔ یہ سن کر کفار قریش سہم گئے۔ پھر سردار مکہ ابوسفیان نے درمیان میں پڑ کر حضرت زینب کے لیے مدینہ منورہ کی روانگی کے لیے راستہ صاف کرا دیا۔ اس کے بعد ابوالعاص محرم 7 ھ میں مسلمان ہو کر مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کر کے چلے آئے اور حضرت زینب کے ساتھ رہنے لگے۔ (مدارج النبوت، السیرۃ النبویہ لابن ہشام)

غزوہ بدر میں کفار کے ساتھ

جنگِ بدر کے قیدیوں میں حضور ﷺ کے داماد ابوالعاص بن الربیع بھی تھے۔ یہ ہالہ بنت خویلد کے لڑکے تھے اور ہالہ حضرت خدیجہ کی حقیقی بہن تھیں۔

ابتدائی زمانہ تک یہی حکم جاری تھا اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دو

Marfat.com

صاحبزادیوں کا نکاح عتبۃ بن ابی لہب اور ابوالعاص بن ربیع سے کردیا تھا حالانکہ یہ دونوں کفر پر تھے، بعد میں وہ آیات نازل ہوئی جن میں مسلمان عورت کا نکاح کافر مرد سے حرام قرار پایا۔ (تفسیر مظہری قاضی ثناء اللہ پانی پتی، ہود:۸۳۔ تفسیر قرطبی)

انہوں نے وعدہ کو پورا کیا اور حضرت زینب کو بھیج دیا اور پھر بعد میں خود بھی اسلام قبول کرلیا۔ (الاصابۃ فی حرف العین)

قبول اسلام

ابوالعاص رہا ہو کر مدینہ سے مکہ آئے اور حضرت زینب کو مدینہ بھیج دیا۔ ابوالعاص بہت بڑے تاجر تھے یہ مکہ سے اپنا سامان تجارت لے کر شام گئے اور وہاں سے خوب نفع کما کر مکہ آرہے تھے کہ مسلمان مجاہدین نے ان کے قافلہ پر حملہ کر کے ان کا سارا مال واسباب لوٹ لیا اور یہ مال غنیمت تمام سپاہیوں مین تقسیم بھی ہو گیا۔ ابوالعاص چھپ کر مدینہ پہنچے اور حضرت زینب نے ان کو پناہ دے کر اپنے گھر میں اتارا۔ حضور ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ اگر تم لوگوں کی خوشی ہو تو ابوالعاص کا مال وسامان واپس کردو۔ فرمانِ رسالت کا اشارہ پاتے ہی تمام مجاہدین نے سارا مال وسامان ابوالعاص کے سامنے رکھ دیا۔ ابوالعاص اپنا سارا مال واسباب لے کر مکہ آئے اور اپنے تمام تجارت کے شریکوں کو پائی پائی کا حساب سمجھا کر اور سب کو اس کے حصہ کی رقم ادا کر کے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کردیا اور اہل مکہ سے کہہ دیا کہ میں یہاں آکر اور سب کا پورا پورا حساب ادا کر کے مدینہ جاتا ہوں تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ابوالعاص ہمارا روپیہ لے کر تقاضا کے ڈر سے مسلمان ہو کر مدینہ بھاگ گیا۔ اس کے بعد حضرت ابوالعاص مدینہ آکر حضرت زینب کے ساتھ رہنے لگے۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، اسلام ابی العاص بن الربیع، ص ۲۷۲، تاریخ طبری)

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے داماد سیدہ زینب کے شوہر ابوالعاص بن ربیع کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: ''اس نے مجھ سے بات کی اور سچی بات کی اور اس نے مجھ

Marfat.com

سے وعدہ کیا اور اسے پورا کر دکھایا۔" (بخاری، مسلم)

وفات

۱۰ھ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں یمن جانے والے سریہ میں شریک ہوئے۔ یمن سے واپسی پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں اس علاقہ کا عامل بنا دیا۔آپ کی وفات ماہِ ذوالحجہ ۱۲ھ مطابق ماہِ فروری ۶۳۴ء میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔

محبت کی ایک لازوال داستان

ابوالعاص بعثت سے پہلے ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور کہا: میں اپنے لیے آپ کی بڑی بیٹی زینب کا ہاتھ مانگنے آیا ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ان کی اجازت کے بغیر کچھ نہیں کرسکتا۔گھر جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زینب سے کہا: تیرے خالہ کے بیٹے نے تیرا نام لیا ہے کیا تم اس پر راضی ہو؟

زینب کا چہرہ سرخ ہوا اور مسکرائی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھ کر باہر تشریف لے گئے اور ابوالعاص بن الربیع کا رشتہ زینب کے لیے قبول کیا۔یہاں سے محبت کی ایک داستان شروع ہوتی ہے۔ابوالعاص سے زینب کا بیٹا "علی" اور بیٹی "امامۃ" پیدا ہوئے۔

پھر آزمائش شروع ہوجاتی ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوئی اور آپ اللہ کے رسول بن گئے، ابوالعاص کہیں سفر میں تھے جب واپس آیا تو بیوی اسلام قبول کر چکی تھی۔
جب گھر میں داخل ہوا بیوی نے کہا: میرے پاس تمہارے لیے ایک عظیم خبر ہے۔

یہ سن کر وہ اٹھ کر باہر نکلتا ہے۔زینب خوفزدہ ہو کر ان کے پیچھے پیچھے باہر نکلتی ہے اور کہتی ہے: میرے ابو نبی بنائے گئے ہیں اور میں اسلام قبول کر چکی ہوں۔

ابوالعاص: تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟

اب دونوں کے درمیان ایک بڑا مسئلہ پیدا ہوتا ہے جو کہ عقیدے کا مسئلہ تھا۔

Marfat.com

زینب: میں اپنے ابو کو جھٹلا نہیں سکتی، نہ ہی میرے ابو کبھی جھوٹے تھے وہ تو صادق اور امین ہیں، میں اکیلی نہیں ہوں میری ماں اور بہنیں بھی اسلام قبول کر چکی ہیں، میرا چچازاد بھائی علی بن ابی طالب بھی اسلام قبول کر چکے ہیں، تیرا چچازاد عثمان بن عفان بھی مسلمان ہو چکے ہیں، تیرے دوست حضرت ابوبکر بھی اسلام قبول کر چکے ہیں۔

ابوالعاص: مگر میں نہیں چاہتا کہ لوگ یہ کہیں کہ اپنی قوم کو چھوڑ دیا، اپنے آباو اجداد کو جھٹلایا۔ تیرے ابو کو ملامت نہیں کرتا ہوں۔

بہر حال ابوالعاص نے اسلام قبول نہیں کیا یہاں تک کہ ہجرت کا زمانہ آ گیا اور زینب رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور کہا: اے اللہ کے رسول کیا آپ مجھے اپنے شوہر اور بچوں کے ساتھ رہنے کی اجازت دیں گے؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے شوہر اور بچوں کے پاس ہی رہو۔

وقت گزرتا گیا اور دونوں اپنے بچوں کے ساتھ مکہ میں ہی رہے یہاں تک کہ غزوہ بدر کا واقعہ پیش آیا اور ابوالعاص قریش کی فوج کے ساتھ اپنے سسر کے خلاف لڑنے کے لیے روانہ ہوا۔

زینب خوفزدہ تھی کہ اس کا شوہر اس کے والد گرامی ﷺ کے خلاف جنگ لڑے گا اس لیے روتی ہوئی کہتی تھی: اے اللہ میں ایسے دن سے ڈرتی ہوں کہ میرے بچے یتیم ہوں یا اپنے والد گرامی کو کھو دوں۔

ابوالعاص بن الربیع رسول اللہ ﷺ کے خلاف بدر میں لڑے، جنگ ختم ہوئی تو داماد سسر کے قید میں تھا، خبر مکہ پہنچ گئی کہ ابوالعاص جنگی قیدی بنائے گئے۔ زینب پوچھتی رہی کہ میرے والد کا کیا بنا؟ لوگوں نے بتایا کہ مسلمان تو جنگ جیت گئے اس پر حضرت زینب نے سجدہ شکر ادا کیا۔

Marfat.com

پھر پوچھا: میرے شوہر کو کیا ہوا؟ لوگوں نے کہا: اس کو اس کے سسر نے جنگی قیدی بنایا۔
زینب نے کہا: میں اپنے شوہر کا فدیہ (دیت) بھیج دوں گی۔
شوہر کا فدیہ دینے کے لیے زینب کے پاس کوئی قیمتی چیز نہیں تھی اس لیے اپنی والدہ ام المومنین خدیجہ کا ہار اپنے گلے سے اتار دیا اور ابو العاص بن الربیع کے بھائی کو دے کر اپنے والد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایک قیدی کا فدیہ وصول کر کے ان کو آزاد کر رہے تھے اچانک اپنی زوجہ خدیجہ کے ہار پر نظر پڑی تو پوچھا: یہ کس کا فدیہ ہے؟
لوگوں نے کہا: یہ ابو العاص بن الربیع کا فدیہ ہے۔
یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمایا: یہ تو خدیجہ کا ہار ہے، پھر کھڑے ہو گئے اور فرمایا: اے لوگو یہ شخص برا داماد نہیں کیا میں اس کو رہا کروں؟ اگر تم اجازت دیتے ہو میں اس کا ہار بھی اس کو واپس کر دوں؟
لوگوں نے کہا: کیوں نہیں اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہار ابولعاص کو تھا دیا اور فرمایا: زینب سے کہو کہ خدیجہ کے ہار کا خیال رکھے۔
پھر فرمایا: اے ابو العاص کیا میں تم سے تنہائی میں کوئی بات کر سکتا ہوں؟
ان کو ایک طرف لے جا کر فرمایا: اے ابو العاص اللہ نے مجھے کافر شوہر اور مسلمان بیوی کے درمیان جدائی کرنے کا حکم دیا ہے اس لیے میری بیٹی کو میرے حوالے کرو گے؟
ابو العاص نے کہا: جی ہاں۔
دوسری طرف زینب شوہر کے استقبال کے لیے گھر سے نکل کر مکہ کے داخلی راستے پر ان کی راہ دیکھ رہی تھی۔ جب ابو العاص کی نظر اپنی بیوی پر پڑی فوراً کہا: میں جا رہا ہو۔
زینب نے کہا: کہاں؟

Marfat.com

ابوالعاص: میں نہیں تم اپنے باپ کے پاس جانے والی ہو۔

زینب: کیوں؟

ابوالعاص: میری اور تمہاری جدائی کے لیے۔ جاوا پنے باپ کے پاس جاو۔

زینب: کیا تم میرے ساتھ جاوگے اور اسلام قبول کروگے؟

ابوالعاص: نہیں۔

زینب اپنے بیٹے اور بیٹی کو لے کر مدینہ منورہ چلی گئی۔ جہاں ۶ سال کے دوران کئی رشتے آئے مگر زینب نے قبول نہیں اور اسی امید سے انتظار کرنے لگی کہ شوہر شاید اسلام قبول کر کے آئے گا۔

۶ سال کے بعد ابوالعاص ایک قافلے کے ساتھ مکہ سے شام کے سفر پر روانہ ہوا، سفر کے دوران راستے میں صحابہ کی ایک جماعت نے ان کو گرفتار کر کے ساتھ مدینہ لے گئے، مدینہ جاتے ہوئے زینب اور ان کے گھر کے بارے میں پوچھا، فجر کی آذان کے وقت زینب کے دروازے پر پہنچا۔

زینب نے ان پر نظر پڑتے ہی پوچھا کیا اسلام قبول کر چکے ہو؟

ابوالعاص: نہیں۔

زینب: ڈرنے کی ضرورت نہیں خالہ زاد کو خوش آمدید، علی اور امامہ کے باپ کو خوش آمدید۔

رسول اللہ ﷺ نے فجر کی نماز پڑھائی تو مسجد کے آخری حصے سے آواز آئی کہ: میں ابوالعاص بن الربیع کو پناہ دیتی ہو۔

نبی ﷺ نے فرمایا: کیا تم لوگوں نے سن لیا جو میں نے سنا ہے؟

سب نے کہا: جی ہاں اے اللہ کے رسول ﷺ۔

زینب نے کہا: اے اللہ کے رسول ابو العاص میرا خالہ زاد ہے اور میرے بچوں ک

Marfat.com

باپ ہے میں ان کو پناہ دیتی ہو۔

نبی ﷺ نے قبول کر لی اور فرمایا: اے لوگو یہ برا داماد نہیں، اس شخص نے مجھ سے جو بھی بات کی سچ بولا اور جو وعدہ کیا وہ نبھایا۔ اگر تم چاہتے ہو کہ اس کو اس کا مال واپس کر کے اس کو چھوڑ دیا جائے یہ اپنے شہر چلا جائے یہ مجھے پسند ہے۔ اگر نہیں چاہتے ہو تو یہ تمہارا حق ہے اور تمہاری مرضی ہے میں تمہیں ملامت نہیں کروں گا۔

لوگوں نے کہا: ہم اس کا مال اس کو واپس کر کے اس کو جانے دینا چاہتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے زینب تم نے جس کو پناہ دی ہم بھی اس کو پناہ دیتے ہیں۔

اس پر ابو العاص زینب کے ساتھ ان کے گھر چلے گئے اور رسول اللہ ﷺ نے زینب سے فرمایا: اے زینب ان کا اکرام کرو یہ تیرا خالہ زاد ہے اور بچوں کا باپ ہے مگر یہ تمہارے قریب نہ آئے کیونکہ یہ تمہارے لیے حلال نہیں۔

زینب نے کہا: جی ہاں اے اللہ کے رسول ﷺ۔

گھر جا کر ابو العاص بن ربیع سے کہا: اے ابو العاص جدائی نے تجھے تھکا دیا ہے کیا اسلام قبول کر کے ہمارے ساتھ رہو گے۔

ابو العاص: نہیں۔

اپنا مال لے کر مکہ روانہ ہو گئے جبکہ مکہ پہنچے تو کہا: اے لوگو: یہ لو اپنے مال، کیا کسی کا کوئی مال میرے ذمے ہے؟

لوگوں نے کہا: اللہ تمہیں بدلہ دے تم نے بہتر وعدہ نبھایا۔

ابو العاص نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اس کے بعد مدینہ روانہ ہوئے اور جب مدینہ پہنچے تو پھر فجر کا وقت تھا۔ سیدھا نبی ﷺ کے پاس گئے اور کہا: کل آپ نے مجھے پناہ دی تھی اور آج میں یہ کہنے آیا

Marfat.com

ہو کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔

ابوالعاص نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ کیا زینب کے ساتھ رجوع کی اجازت دیتے ہیں؟

نبی ﷺ ابوالعاص کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: آؤ میرے ساتھ، زینب کے دروازے پر لے جا کر دروازہ کھٹکھٹایا اور زینب سے فرمایا: یہ تمہارا خالہ زاد واپس آیا ہے تم سے رجوع کی اجازت مانگ رہا ہے کیا تمہیں قبول ہے؟

زینب کا چہرہ سرخ ہوا اور مسکرائی۔

عجیب بات یہ ہے کہ اس واقعے کے صرف ایک سال بعد زینب کا انتقال ہوا جس پر ابوالعاص زار وقطار رونے لگے حتی کہ لوگوں کے سامنے اور رسول اللہ ﷺ ان کے سر پر ہاتھ پھیر کر تسلی دیتے تھے، جواب میں ابوالعاص کہتے: اے اللہ کے رسول ﷺ اللہ کی قسم زینب کے بغیر میں دنیا میں زندہ نہیں رہ سکتا اور ایک سال کے بعد ہی ابوالعاص بھی انتقال کر گئے۔ (التاریخ الاسلامی)

امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہا

امامہ بنت اُبی العاص بن الربیع بن عبدالعزی بن عبد شمس بن عبد مناف۔

امامہ بنت ابی العاصیا امامہ بنت زینبرضی اللہ عنہا، نبی کریم صلی اللہعلیہ وآلہ وسلم کی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا، ابوالعاص بن ربیع کی صاحبزادی اور اور رسول اللہ ﷺ کی نواسی تھیں۔

امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہا کا نسب نامہ

شجرۂ نسب یہ ہے: امامہ بنت ابی العاص بن ربیع بن عبدالعزیٰ بن عبد شمس بن عبد مناف۔ امامہ علی ابن زینب کی بہن تھیں۔

Marfat.com

امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح

فاطمۃ الزہراء کی وفات کے بعد انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے شادی کر لی، امامہ کے بطن سے ایک بیٹے محمد پیدا ہوئے۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، مفتی احمد یار خان)

۴۰ھ میں علی نے شہادت پائی تو مغیرہ بن نوفل (عبدالمطلب کے پڑپوتے) کو وصیت کر گئے کہ امامہ سے نکاح کر لیں۔ مغیرہ نے وصیت کی تعمیل کی۔، فاطمہ زہرا نے وصیت کی تھی کہ میرے بعد میری بھانجی امامہ سے نکاح کرنا یہ نکاح زبیر ابن عوام کے اہتمام سے ہوا۔ (اجمال ترجمہ اکمال، خطیب بغدادی، صفحہ ۷)

امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات

حضرت امامہ رضی اللہ عنہا ۶۶ھ میں انتقال کر گئیں۔

نانا کی محبت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے بڑی محبت تھی۔ آپ ان کو اوقات نماز میں بھی جدا نہ کرتے تھے۔ امامہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت سن شعور کو پہنچ چکی تھیں۔ ابوقتادہ سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ لوگوں کی امامت کرتے تھے اور امامہ بنت ابی العاص آپ کے کندھے پر ہوتیں جب رکوع کرتے تو انہیں اتار دیتے اور جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو انہیں لوٹا لیتے۔ (صحیح بخاری)

❖❖❖❖❖

Marfat.com

باب دوم

حضرت رقیہ بنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد میں دوسری صاحبزادی رقیہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے نبوت سے سات سال قبل پیدا ہوئیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت سے قبل ابولہب کے بیٹے عتبہ سے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا لیکن رخصتی سے قبل ہی طلاق ہوئی۔ جس کے لیئے ایک روایت یہ ہے کہ اسلام مخالفت کی بنا پر ہوئی اور ایک روایت کے مطابق عتبہ نے اپنے والدین کے اظہار ناراضی پر طلاق دی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبوت کے منصب پر فائز ہوئے تو حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بھی ابتدائی سالوں میں اسلام قبول کیا تھا۔ ان کے اسلام لانے کے بعد حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ہو گیا۔

نبوت کے پانچویں سال پہلی ہجرت حبشہ میں یہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ حبشہ میں ایک عرصے تک رہنے کے بعد دونوں مکہ گئے لیکن تھوڑے دن بعد مدینہ منورہ چلے گئے۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سے ایک صاحبزادے عبداللہ پیدا ہوئے لیکن کم عمری میں انتقال کیا۔ اس کے بعد کوئی اولاد نہ ہوئی۔

۲ ہجری میں غزوۂ بدر کے موقع پر حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بیمار تھیں۔ ان کی تیمارداری

Marfat.com

کی خاطر حضرت عثمان رضی اللہ عنہا غزوہ میں شریک نہ ہو سکے اور اسی سال آپ کا انتقال ہو گیا۔

اظہار نبوت سے سات برس قبل جب کہ حضور ﷺ کی عمر شریف کا تینتیسواں سال تھا یہ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں پہلے ان کا نکاح ابولہب کے بیٹے عتبہ سے ہوا تھا مگر ابھی رخصتی بھی نہیں ہوئی تھی کہ سورۂ تبت یدا نازل ہوئی اس غصہ میں ابولہب کے بیٹے عتبہ نے رقیہ کو طلاق دے دی اس کے بعد حضور ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی سے ان کا نکاح کر دیا اور ان دونوں میاں بیوی نے حبشہ کی طرف پھر مدینہ کی طرف ہجرت کی اور دونوں صاحب الہجرتین (دو ہجرتوں والے) کے معزز لقب سے سرفراز ہوئے۔ جنگ بدر کے دنوں میں حضرت رقیہ زیادہ بیمار تھیں چنانچہ حضور ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان کی تیمارداری کے لئے مدینہ میں رہنے کا حکم دے دیا اور جنگ بدر میں جانے سے روک دیا حضرت زید بن حارثہ جس دن جنگ بدر میں فتح مبین کی خوشخبری لے کر مدینہ پہنچے اسی دن بی بی رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیس برس کی عمر پا کر مدینہ میں انتقال کیا حضور ﷺ جنگ بدر کی وجہ سے ان کے جنازہ میں شریک نہ ہو سکے عثمان غنی اگرچہ جنگ بدر میں شریک نہیں ہوئے مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو جنگ بدر کے مجاہدین میں شمار فرمایا اور مجاہدین کے برابر مال غنیمت میں سے حصہ بھی عطا فرمایا حضرت رقیہ کے شکم مبارک سے ایک فرزند پیدا ہوئے تھے جن کا نام عبداللہ تھا مگر وہ اپنی والدہ کی وفات کے بعد ۴ھ میں وفات پا گئے بی بی رقیہ کی قبر بھی جنت البقیع میں ہے۔

(شرح العلامۃ الزرقانی، الفصل الثانی فی ذکر اولادہ الکرام علیہ وعلیہم الصلوۃ والسلام)

حضرت ام کلثوم بنت نبی کریم ﷺ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھیں اپنی کنیت ہی سے مشہور رہیں۔

Marfat.com

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تیسری صاحبزادی تھیں۔ نبوت سے کچھ عرصہ قبل پیدا ہوئیں۔ اپنی والدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ اسلام قبول کیا۔

اکثر اہل سیر نے لکھا ہے کہ حضرت امّ کلثوم رضی اللہ عنہا بعثت نبوی سے چھ سال قبل پیدا ہوئیں۔

حضرت ام کلثوم کا نکاح ابولہب کے دوسرے بیٹے عتیبہ سے ہوا تھا لیکن رخصتی سے قبل طلاق ہوئی جس کی وجہ ابولہب کی اسلام دشمنی تھی۔

آپ رضی اللہ عنہا کی بہن حضرت رقیہ، عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔ ۲ھ میں غزوہ بدر کے موقع پر رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا تو عثمان رضی اللہ عنہ بہت مغموم رہنے لگے۔ انہیں اس بات کا بہت زیادہ غم تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرابت داری کا جو اہم رشتہ تھا وہ ٹوٹ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۳ھ میں ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا عقد عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کر دیا اور اس حوالے سے عثمان رضی اللہ عنہ کو رقیہ رضی اللہ عنہا کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دامادی کا شرف پھر حاصل ہوا۔ اسی لیے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو "ذوالنورین" یعنی دو نوروں والا کہتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت مدینہ کے ساتھ حضرت ام کلثوم نے بھی ہجرت کی اور باقی عرصہ مدینہ میں ہی گذارا۔ حضرت ام کلثوم نے شعبان ۹ھ میں انتقال فرمایا۔ نماز جنازہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھائی۔ ایک روایت کے مطابق یہ پہلے ابولہب کے دوسرے بیٹے عتیبہ سے بیاہی گئی تھیں مگر سورہ تبت یدا میں ابولہب کی برائی سن کر عتیبہ اس قدر طیش میں آ گیا کہ اس نے گستاخی کرتے ہوئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر جھپٹ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے پیراہن شریف کو پھاڑ ڈالا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق دلوا دی۔

Marfat.com

حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم کے قلب نازک پر اس گستاخی اور بے ادبی سے انتہائی صدمہ گزرا اور جوش غم سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم کی زبان مبارک سے بے اختیار یہ الفاظ نکل گئے کہ۔ یا اللہ عزوجل! اپنے کتوں میں سے کسی کتے کو اس پر مسلط فرمادے۔ اس دعائے نبوی ﷺ کا یہ اثر ہوا کہ ملک شام کے راستہ میں یہ قافلہ کے بیچ میں سویا تھا اور ابولہب قافلہ والوں کے ساتھ پہرہ دے رہا تھا مگر اچانک ایک شیر آیا اور عتیبہ کے سر کو چبا گیا اور وہ مر گیا۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شکم مبارک سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں ان کو دفن فرمایا۔

(شرح العلامۃ الزرقانی، الفصل الثانی)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس وقت سیدۃ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو قبر میں اتارا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے پاس تشریف فرما تھے اور آپ کی آنکھوں سے سیل اشک رواں تھا۔

بروایت دیگر ان کا نکاح بعثت نبوی سے پہلے عتیبہ بن ابی لہب سے ہوا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو دعوت اسلام دینی شروع کی تو ابی لہب اور اسکی بیوی آپ کے سخت دشمن ہو گئے اور انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ستانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ غیرت الٰہی جوش میں آئی اور سورۃ ''تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ'' نازل ہوئی۔ ابولہب کو سخت غصہ آیا۔ اسکے ایک بیٹے عتبہ کے نکاح میں رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھیں اور دوسرے بیٹے عتیبہ سے حضرت امّ کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا تھا (اگرچہ ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی) ابولہب نے اپنے دونوں بیٹوں کو بلا کر ان سے مخاطب ہو کر کہا:

رَاسِیْ مِنْ رَاسِكَ حَرَامٌ اِنْ لَّمْ تُطَلِّقِ ابْنَتَهٗ

Marfat.com

یعنی میرا اٹھنا بیٹھنا تمہارے ساتھ حرام ہے اگر تم نے اس (محمد) کی لڑکی کو طلاق نہ دی۔

دونوں بیٹوں نے بد بخت باپ کے حکم کی تعمیل کی۔ عتبہ نے حضرت رقیہ کو اور عتیبہ نے حضرت ام کلثوم کو طلاق دے دی۔ واقعہ طلاق کے بعد حضرت رقیہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں۔ اس نکاح کو چند ہی سال گزرے تھے کہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا وقت آخر آ پہنچا اور انہوں نے ۲ سنہ ہجری میں وفات پائی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہا کو انکی وفات سے سخت صدمہ پہنچا۔ اسی زمانے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بھی بیوہ ہوئیں۔ انہوں نے حضرت عثمان سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ حفصہ سے نکاح کر لیں لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تامل کیا۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بہت مغموم رہنے لگے تھے۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بہت مغموم رہنے لگے تھے۔ ان کے ذہن میں یہ خیال جاگزیں ہو گیا تھا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دامادی کا فخر ان سے چھن گیا ہے۔ نیز یہ بھی ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ کی خبر گیری کرنے والا کوئی نہ تھا کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں کوئی دوسری عورت نہ تھی۔

اسی دوران حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے شوہر میدانِ بدر میں مرتبہ شہادت پر فائز ہو چکے تھے۔ انہیں اپنی بیٹی کا گھر پھر سے بسانے کی فکر کھائے جا رہی تھی۔ خوب سوچ بچار کے بعد ان کے ذہن میں ایک تجویز آئی اور اسے عملی جامہ پہنانے کی خاطر وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور انہیں کہا کہ کیا ہی اچھا

Marfat.com

ہو، اگر آپ میری بیٹی کو اپنی زوجیت میں قبول کریں۔ اس سے ہم دونوں کی مشکل آسان ہو جائے گی۔ آپ کو بیوی مل جائے گی اور میری بیٹی کو آپ جیسا عظیم شوہر۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تجویز پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے سوچنے کے لئے کچھ مہلت مانگی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جب ان کی دوبارہ ملاقات ہوئی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ "اے عمر رضی اللہ عنہ! ابھی میرا شادی کا ارادہ نہیں ہے۔"

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور ان کے سامنے بھی یہی تجویز رکھی کہ اگر آپ پسند کریں تو میں اپنی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا آپ کے عقد میں دے دوں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس بات پر دھیرے سے مسکرائے اور خاموش رہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے دوست کی اس خاموشی کا مطلب سمجھ گئے۔

اب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دربارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے اور پورا ماجرا بیان کیا۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوری داستان سننے کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا۔ "اے عمر رضی اللہ عنہ! غم نہ کرو۔ حفصہ رضی اللہ عنہا سے وہ شادی کرے گا جو عثمان رضی اللہ عنہ سے بہتر ہے اور عثمان رضی اللہ عنہ کی شادی اس سے ہوگی جو حفصہ رضی اللہ عنہا سے بہتر ہے۔"

چنانچہ تھوڑے ہی عرصے بعد یہ بات سچ ہوئی۔ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر کے انہیں ذوالنورین بنا دیا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو اپنے عقد میں لے کر ام المومنین۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح ربیع الاول 3 ہجری میں ہوا اور جمادی الآخر میں رخصتی ہوئی۔

Marfat.com

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا اعلانِ نبوت سے چھ سال پہلے پیدا ہوئیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح کے کچھ عرصہ بعد حضرت کلثوم رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح ابو لہب کے بیٹے عتیبہ سے کیا گیا جس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے بعد اپنے باپ کے حکم پر حضرت کلثوم رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عق میں آنے کے بعد عضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے نہایت خوشی وخرمی سے وقت گزارا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آپ کی تمام ضروریات کا پورا پورا خیال رکھتے تھے اور آپ کو کسی قسم کی کمی نہ ہونے دیتے تھے۔ ان کی زندگی میں کمی صرف ایک تھی۔ وہ یہ کہ اللہ نے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اولاد سے نہیں نوازا تھا، اور جیسا کہ بعد کے واقعات نے ثابت کیا، اس کمی میں بھی ربِ کریم کی مصلحت پوشیدہ تھی۔

حضرت امِ کلثوم رضی اللہ عنہا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ساتھ تقریباً چھ برس رہا۔ شعبان ۹ ہجری میں آپ خالق حقیقی سے جا ملیں۔ آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ انتقال کے وقت آپ کی عمر 22 برس تھی۔ آپ کے انتقال کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو تسلی دیتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ "اگر میرے دس بیٹیاں بھی ہوتیں تو عثمان رضی اللہ عنہ کی تزویج میں دے دیتا۔"

حضرت امّ کلثوم رضی اللہ عنہا اس نکاح کے بعد چھ برس تک حیات رہیں۔ انہوں نے شعبان سنہ ۹ ہجری میں وفات پائی۔ حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب، حضرت امّ عطیہ اور حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق غسل دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کفن کیلئے اپنی چادر دی اور خود نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ قبر میں اترے اور سیّدہ کو جنت البقیع میں سپرد خاک کیا گیا۔

Marfat.com

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان بن عفان اموی قریشی اسلام کے تیسرے خلیفہ، دامادرسول، اور جامع قرآن تھے۔ عثمان غنی سابقین اسلام میں شامل اور عشرہ مبشرہ میں سے تھے، ان کی کنیت ذو النورین ہے کیونکہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیوں سے نکاح کیا تھا، پہلے حضرت رقیہ بنت محمد ﷺ سے کیا، پھر ان کی وفات کے بعد حضرت ام کلثوم بنت محمد ﷺ سے نکاح کیا۔

حضرت عثمان غنی پہلے صحابی ہیں جنھوں نے سرزمین حبشہ کی ہجرت کی، بعد میں دیگر صحابہ بھی آپ کے پیچھے حبشہ پہنچے۔ بعدازاں دوسری ہجرت مدینہ منورہ کی جانب کی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر مکمل اعتماد، اور ان کی فطری حیاء وشرافت اور جو انھوں نے اپنے مال کے ذریعہ اہل ایمان کی نصرت کی تھی، اس کی انتہائی قدر کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر صحابہ کے ساتھ ان کو بھی جنت اور شہادت کی موت کی خوش خبری دی۔ (مختصر تذکرہ)

سنہ ۲۳ھ (۶۴۴ء) میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مشورہ سے آپ کو خلافت کی ذمہ داری سونپی گئی، جسے انھوں نے ۶۴۴ء سے ۶۵۶ء تک انجام دی۔ (موقع الرقیۃ الشرعیۃ)

ان کے عہد خلافت میں جمع قرآن مکمل ہوا، مسجد حرام اور مسجد نبوی کی توسیع ہوئی، اور قفقاز، خراسان، کرمان، سیستان، افریقیہ اور قبرص فتح ہو کر سلطنت اسلامی میں شامل ہوئے۔ نیز انھوں نے اسلامی ممالک کے ساحلوں کو بیزنطینیوں کے حملوں سے محفوظ رکھنے کے لیے اولین مسلم بحری فوج بھی بنائی۔ (الخلافۃ والخلفاء الراشدون، ص: ۲۲۲)

ان کا زمانہ خلافت بارہ سال کے عرصہ پر محیط ہے، جس میں آخری کے چھ سالوں میں کچھ ناخوشگوار حادثات پیش آئے، جو بالآخر ان کی شہادت پر منتج ہوئے۔

(طبقات ابن سعد، البدایہ والنہایہ)

Marfat.com

سنہ ۳۵ھ، ۱۸ ذی الحجہ، بروز جمعہ بیاسی سال کی عمر میں انھیں ان کے گھر میں قرآن کریم کی تلاوت کے دوران شہید کر دیا گیا، اور مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ (تاریخ الامم والملوک، الکامل فی التاریخ)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا شجرہ نسب

عثمان غنی کا نسب حسب ذیل ہے: ثمان بن عفان بن ابوالعاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ (اسی کا لقب قریش تھا) بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان، عثمان غنی کا نسب عبد مناف بن قصی کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب سے مل جاتا ہے۔

والدہ: اروی بنت کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان، ان کی والدہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن تھیں، اور ان کی نانی کا نام بیضا بنت عبد المطلب تھا۔ (تاریخ الامم والملوک، الکامل فی التاریخ)

نشوونما

حضرت عثمان بن عفان کی پیدائش سنہ ۵۷۶ء میں عام الفیل کے چھ سال بعد طائف میں ہوئی۔ (کتاب عثمان بن عفان)

تاہم ایک قول مکہ میں پیدائش کا بھی ہے۔ (صحابہ رسول اللہ)

یہ قریش کی ایک شاخ بنو امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف میں پیدا ہوئے، یہ قبیلہ سرداران قریش میں سے تھا۔ ان کے والد عفان ابو سفیان بن حرب کے چچا زاد بھائی تھے۔ عثمان غنی کی ایک بہن بھی تھی جس کا نام آمنہ بنت عفان تھا۔ عفان کے انتقال کے بعد

Marfat.com

ان کی والدہ نے عقبہ بن ابی معیط سے نکاح کرلیا، جس سے تین بیٹے اور بیٹیاں ہوئیں، ولید بن عقبہ، خالد بن عقبہ، عمارۃ بن عقبہ اور ام کلثوم بنت عقبہ، یہ سب عثمان غنی کے ماں شریک بھائی بہن تھے۔ (نداء الایمان الطبقات الکبریٰ)

حضرت عثمان غنی کی والد اروی بنت کریز نے اسلام قبول کیا تھا اور انہی کے دور خلافت میں وفات پائیں۔ (الخلافۃ الراشدۃ والدولۃ الامویۃ)

جبکہ ان کے والد عفان کا انتقال زمانہ جاہلیت ہی میں ہوگیا تھا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت ہی سے انتہائی شریف الطبع۔ (صحابۃ رسول اللہ)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت ہی سے انتہائی ذہین اور صائب الرائے تھے۔ اسلام قبول کرنے سے قبل کبھی کسی بت کو سجدہ کیا اور نہ شراب پی۔

(مشروع سلسلۃ العلامتین الوقفی)

نیز علوم عرب مثلاً انساب، امثال اور جنگوں کے بڑے عالم تھے، شام اور حبشہ کا سفر کیا تو وہاں غیر عرب قوموں کے ساتھ رہنے کا موقع ملا، جس کی وجہ سے ان اقوام کے حالات، طور طریقے اور رسم ورواج سے انھیں واقفیت حاصل ہوئی، یہ خصوصیت ان کی قوم میں کسی اور شخص کو حاصل نہیں تھی۔ (عبقریۃ عثمان از عقاد، ص: ۷۲)

حضرت عثمان غنی کا پیشہ تجارت تھا جو ان کے والد سے انھیں وراثت میں ملی تھی، اس پیشہ سے انھوں نے خوب دولت حاصل کی اور بنوامیہ کی اہم شخصیات میں شمار ہونے لگے۔ عثمان غنی انتہائی سخی اور کریم النفس تھے، زمانہ جاہلیت میں ان کی کنیت ابوعمرو تھی، لیکن جب رقیہ بنت محمد سے ان کے گھر میں عبداللہ کی ولادت ہوئی تو مسلمان ان کو ابوعبداللہ کی کنیت سے پکارنے لگے۔ (التمہید والبیان فی مقتل الشہید عثمان، ص، ۱۹)

سلامت فطرت

آپ ﷺ سلیم الفطرت ہونے کی وجہ سے شراب سے نفرت کرتے تھے۔ اسی

Marfat.com

طرح گانا، بجانا، لہو ولعب اور زنا کاری سے بھی طبعاً مجتنب تھے۔

حلیہ مبارک

آپ رضی اللہ عنہ کا رنگ سفید تھا۔ جس میں کچھ زردی کی آمیزش تھی۔ بال سیدھے تھے یعنی گھنگریالے نہیں تھے۔ ناک ابھری ہوئی تھی۔ پنڈلیوں اور دونوں بازوؤں پر بال کثرت سے تھے۔ سینہ چوڑا تھا۔ چہرہ پر چیچک کے کچھ نشانات تھے۔ دانت ہموار اور داڑھی گنجان تھی۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا لباس

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آدھی پنڈلی تک لنگی باندھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی لنگی ایسی ہوا کرتی تھی۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی غذا

آپ رضی اللہ عنہ کی غذا بھی عمدہ اور پر تکلف استعمال فرماتے تھے۔ آپ پہلے خلیفہ تھے جن کے لیے آٹا چھنا جاتا تھا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا انداز گفتگو

آپ رضی اللہ عنہ فطرتاً کم گو تھے لیکن جب کسی موضوع پر اظہار خیال فرماتے تو گفتگو سیر حاصل کرتے اور بلیغ کرتے تھے۔

عبادت وخشیت

آپ رضی اللہ عنہ نماز بے حد خشوع وخضوع سے پڑھتے تھے۔ اس میں اس درجہ محویت ہوتی تھی کہ گرد و پیش کی کوئی خبر نہیں رہتی تھی۔ حضرت عبداللہ رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر مجھے جنت اور دوزخ کے

Marfat.com

درمیان کھڑا کر دیا جائے اور مجھے معلوم نہ ہو کہ دونوں میں سے کس طرف جانے کا حکم ملے گا تو اس بات کے جاننے سے پہلے ہی مجھے راکھ بن جانا پسند ہوگا کہ دونوں طرف میں سے کس میں جانا ہے۔

اخلاق حمیدہ

ابن عساکر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عثمان رضی اللہ عنہ سب صحابہ سے خلق میں مجھ سے زیادہ مشابہ ہیں۔

منکسر المزاج

حضرت میمون بن مہران رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے ہمدانی نے بتایا کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ خچر پر سوار ہیں اوران کا غلام نائل ان کے پیچھے بیٹھا ہوا ہے حالانکہ آپ اس وقت خلیفہ تھے۔

حضرت عبداللہ رومی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ رات کو اپنے وضو کا انتظام خود کیا کرتے تھے۔ کسی نے ان سے کہا اگر آپ اپنے کسی خادم سے کہہ دیں تو وہ یہ انتظام کر دیا کرے گا۔ آپ نے فرمایا رات ان کی اپنی ہے۔ جس میں وہ آرام کرتے ہیں۔

کتابت وحی

چونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ لہٰذا اسلام لانے کے بعد آپ کو کتابت وحی کا شرف بھی حاصل ہوا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ میں نے خود عثمان رضی اللہ عنہ کو اس گھر میں دیکھا ہے کہ رات کے وقت گرمی کے موسم میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہو رہی ہے۔ جس کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم حسب معمول گرانی محسوس کر رہے ہیں۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے وحی لکھ رہے تھے۔

Marfat.com

ازواج واولاد

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا پہلا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی رقیہ رضی اللہ عنہا سے ہوا تھا۔ان سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام عبداللہ تھا لیکن ایک مہلک مرض میں مبتلا ہو کر جلد انتقال ہو گیا۔اسی کی نسبت سے آپ کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا۔ ۳ھ میں غزوہ بدر جس روز ختم ہوا اسی دن ان کا بھی انتقال ہو گیا۔اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یکے بعد دیگرے نکاح فرمائے۔

ہجرت حبشہ

جب مشرکین مکہ کے ظلم وستم کی انتہاء ہوگئی تو حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے غلاموں کو حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے کی اجازت دے دی مہاجرین کا پہلا قافلہ گیارہ مردوں اور چار عورتوں پر مشتمل تھا جن میں حضرت عثمان اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہما بھی شامل تھے۔

ہجرت مدینہ

بیعت عقبہ ثانیہ کے بعد جب مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا عام حکم ہوا تو حضرت عثمان اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہما وہاں پہنچ گئے حضور نبی کریم ﷺ نے مسجد کے متصل ایک زمین کا قطعہ ان کو رہائش کے عطا فرمایا۔

مکہ مکرمہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی مواخات حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھی مدینہ پہنچنے پر جب مہاجرین وانصار میں مواخات قائم ہوئی تو حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مواخاتی بھائی حضرت اوس بن ثابت بن منذر رضی اللہ عنہ کو بنایا جو شاعر رسول ﷺ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے بھائی اور بڑے مرتبہ کے صحابی تھے۔

Marfat.com

مدت خلافت: تقریباً ۱۲ سال

قبول اسلام

حضرت عثمان بن عفان نے چالیس سال کی عمر میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دعوت پر اسلام قبول کیا۔ آپ پہلے اسلام قبول کرنے والے لوگوں میں شامل ہیں۔ آپ ایک خداترس اور غنی انسان تھے۔ آپ فیاض دلی سے دولت اللہ کی راہ میں خرچ کرتے۔ اسی بنا پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو غنی کا خطاب دیا۔

ذوالنورین

ذوالنورین کا مطلب ہے دو نور والا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس لئے ذوالنورین کہا جاتا ہے کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں آئیں۔ منقول ہے کہ آج تک کسی انسان کو یہ سعادت نصیب نہیں ہوئی کہ اس کے عقد میں کسی نبی کی دو بیٹیاں آئی ہوں (سنن البیہقی)۔ آپ کا شمار عشرہ مبشرہ میں کیا جاتا ہے یعنی وہ دس صحابہ کرام جن کو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیات مبارکہ ہی میں جنت کی بشارت دی تھی۔ (دو نوروں والا)

آپ کی شادی پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی حضرت رقیہ سے ہوئی اور رقیہ کی وفات کے بعد پھر آپ کا نکاح حضور کی دوسری بیٹی ام کلثوم سے ہوا۔ اسی نسبت سے آپ کو ذوالنورین کہتے ہیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا دنیا میں کوئی شخص ایسا نظر نہیں آتا جس کے نکاح میں کسی نبی کی دو صاحبزادیاں آئی ہوں، اسی لئے آپ کو ذوالنورین کہا جاتا ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سابقین اوّلین اور اوّل مہاجرین عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں اور ان صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے جمعِ قرآن کی عزت عطا فرمائی۔ (تاریخ الخلفاء)

Marfat.com

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت

حضور ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت عثمان سے فرمایا:

"اے عثمان! اللہ تجھے خلافت کی قمیص پہنائے گا لوگ اتارنا چاہیں گے تو مت اتارنا یہاں تک کہ مجھ سے آملو۔"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے پہلے ایک کمیٹی تشکیل دی جس میں چھ صحابی شامل تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبدالرحمان بن عوف رضوان اللہ علیہم اجمعین اس کمیٹی میں شامل تھے۔ اس کمیٹی نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نامزد کیا۔ آپ نے بارہ سال خلافت کی زمہ داریاں سرانجام دیں۔ آپ کے دور خلافت میں ایران اور شمالی افریقا کا کافی علاقہ اسلامی سلطنت میں شامل ہوا۔

جامع قرآن

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو جامع القرآن کہا جاتا ہے۔ (قرآن کیسے جمع ہوا) ابن ابی داود نے بسند صحیح حضرت سوید بن غفلہ سے روائت کی انہوں نے فرمایا حضرت علی کا فرمان ہے کہ حضرت عثمان کے بارے میں خیر ہی کہو؛ کیونکہ انہوں نے مصاحف کے بارے میں جو کچھ بھی کیا صرف اپنی رائے سے نہیں بلکہ ہماری ایک جماعت کے مشورہ سے کیا گیا۔ (الاتقان ص:۶۱)

ان ہی سے روایت ہے میں خلیفہ ہوتا تو مصحف کے بارے میں وہی کرتا جو حضرت عثمان نے کیا ''اختلاف لغات'' قبائل عرب میں عربی زبان میں کافی اختلافات تھے مثلاً جس کلمہ مضارع کا عین ماضی مکسور ہو اس کی علامات مضارع ا۔ت۔۔ن کو غیر اہل حجاز کسرہ دیتے تھے اسی طرح علامات مضارع کوی کو جب کہ اس کے بعد کوئی دوسری یا ہو اس لئے وہ تعلم م پیش کے ساتھ کو تعلم ت زیر اور م زبر کے ساتھ بولتے۔ (شرح کافیہ للرضی)

Marfat.com

اسی طرح بنی ہذیل حتی کو عتی اہل مدینہ کے یہاں تابوت کا تلفظ تابوہ تھا بنی قیس کاف تانیث کے بعد ش بولتے ضربک کی بجاءے ضربکش کہتے اس طریقہ تلفظ کو کشکشہ قیس سے تعبیر کیا جاتا بنی تمیم ان ناصبہ کو عن کہتے ،اسی طرح ان کے نزدیک لیس کے مشابہ ماولا مطلقا واہل نہیں، ماہذ ابشرا ان کے لغت پر ماہذ ابشر ہوگا اسی طرح کے اور بہت سے اختلاف تھے۔

حدیث میں ذکر

ان دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا ذکر عبدالرحمن بن عوف رضي اللہ تعالی عنہ کی روایت کردہ حدیث میں ہے کہ:

عبدالرحمن بن عوف رضي اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ جنتی ہیں، عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ جنتی ہیں، عثمان رضي اللہ تعالٰی عنہ جنتی ہیں، علی رضي اللہ تعالٰی عنہ جنتی ہیں، طلحہ رضي اللہ تعالٰی عنہ جنتی ہیں، زبیر رضي اللہ تعالی عنہ جنتی ہیں، عبدالرحمن رضی اللہ تعالٰی عنہ جنتی ہیں، سعد رضي اللہ تعالٰی عنہ جنتی ہیں، سعید رضی اللہ تعالٰی عنہ جنتی ہیں، ابوعبیدہ رضي اللہ تعالٰی عنہ جنتی ہیں۔ (جامع ترمذی)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت

اسلام کے دشمنوں خاص کر مسلمان نما منافقوں کو خلافت راشدہ اک نظر نہ بھاتی تھی. یہ منافق رسول اللہ سے بھی دنیاوی بادشاہوں کی طرح یہ توقع رکھتے تھے کہ وہ بھی اپنا کوئی ولی عہد مقرر کریں گے. ان منافقوں کی ناپاک خواہش پر اس وقت کاری ضرب لگی جب امت نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اسلام کا پہلا متفقہ خلیفہ بنالیا. حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت راشدہ کے بعد ان منافقوں کے سینے پر اس وقت سانپ لوٹ گیا جب امت نے کامل اتفاق سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ اسلام چن لیا. حضرت عمر کے بعد آپ کا سریر آراء خلافت ہونا بھی ان مسلمان نما منافقوں کے لئے صدمہ جانکناہ سے کم نہ تھا۔ انھوں نے آپ کی نرم دلی کا ناجائز فائدہ اٹھایا اور آپ کو شہید کرنے کی ناپاک سازش کی اور ایسے وقت

Marfat.com

میں کاشانہ خلافت کا محاصرہ کیا جب اکثر صحابہ کرام حج کے لیے مکہ گئے ہوئے تھے۔ آپ نے اپنی جان کی خاطر کسی مسلمان کو مزاحمت کرنے کی اجازت نہ دی۔ روایوں کی جانب سے یہ بات پورے وثوق سے لکھی گئی ہے کہ اس سانحہ میں ملوث باغیوں میں حضرت ابو بکر کا بیٹا محمد بن ابی بکر بھی شامل تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس صورتحال سے سخت پریشان تھے انہوں نے اپنے دونوں صاحبزادوں حضرت حسن اور حضرت حسین کے ہمراہ کئی صحابہ زادوں جن میں حضرت طلحہ کے صاحبزادوں سمیت حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن زبیر بھی شامل تھے ان سب کو کاشانہ خلافت کی حفاظت پر مامور کیا۔ تاہم اور چالیس روز تک محبوس رہے۔ چالیس روز بعد باغی آپ کے گھر میں داخل ہو گئے اور آپ کو شہید کر دیا۔ اس دلخراش سانحہ مین آپ کی زوجہ محترمہ حضرت نائلہ رضی اللہ عنا کی انگشت مبارک بھی شہید ہو گئیں۔ آپ کی شہادت کے بعد حضرت علی نے خلافت راشدہ کے چوتھے خلیفہ کی حیثیت سے خلافت سنبھالی۔

ابن عساکر زید بن ثابت سے روایت کرتے ہیں کہ محمد رسول عربی نے فرمایا ایک دن عثمان میرے پاس سے گزرے اور اس وقت ایک فرشتہ میرے قریب تھا جس نے کہا یہ شخص (عثمان) شہید ہو گا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور حکومت

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں اسلامی حکومت کی حدود میں بہت زیادہ توسیع ہوئی اور افریقہ وغیرہ بہت سے ممالک مفتوح ہو کر خلافت راشدہ کے زیر نگیں ہوئے۔ بیاسی برس کی عمر میں مصر کے باغیوں نے آپ کے مکان کا محاصرہ کر لیا اور بارہ ذوالحجہ یا اٹھارہ ذوالحجہ ۳۵ھ جمعہ کے دن ان باغیوں میں سے ایک بدنصیب نے آپ کو رات کے وقت اس حال میں شہید کر دیا کہ آپ قرآنِ پاک کی تلاوت فرما رہے تھے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون کے چند قطرات قرآن شریف کی آیت فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ

Marfat.com

پر پڑے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازہ کی نماز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ (تاریخ الخلفاء وازالۃ الخفاء وغیرہ)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامات

زنا کار آنکھیں

علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب "طبقات" میں تحریر فرمایا ہے کہ ایک شخص نے راستہ چلتے ہوئے ایک اجنبی عورت کو گھور گھور کر غلط نگاہوں سے دیکھا۔ اس کے بعد یہ شخص امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اس شخص کو دیکھ کر حضرت امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت ہی پر جلال لہجہ میں فرمایا کہ تم لوگ ایسی حالت میں میرے سامنے آتے ہو کہ تمہاری آنکھوں میں زنا کے اثرات ہوتے ہیں۔ شخص مذکور نے (جل بھن کر) کہا کہ کیا رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے بعد آپ پر وحی اترنے لگی ہے؟ آپ کو یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ میری آنکھوں میں زنا کے اثرات ہیں۔

امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ میرے اوپر وحی تو نہیں نازل ہوتی ہے لیکن میں نے جو کچھ کہا ہے یہ بالکل ہی قول حق اور سچی بات ہے اور خداوند قدوس نے مجھے ایک ایسی فراست (نورانی بصیرت) عطا فرمائی ہے جس سے میں لوگوں کے دلوں کے حالات وخیالات کو معلوم کر لیا کرتا ہوں۔

(حجۃ اللہ علی العالمین ج ۲، ص ۸۶۲ وازالۃ الخفاء، مقصد ۲، ص ۲۲۷)

یعنی آدمی جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ اس کے قلب پر ایک سیاہ داغ اور بدنما دھبہ پڑ جاتا ہے اور چونکہ قلب پورے جسم کا بادشاہ ہے اس لئے قلب پر جب کوئی اثر پڑتا ہے تو پورا بدن اس سے متاثر ہو جاتا ہے تو خاصانِ خدا جن کی آنکھوں میں

Marfat.com

نور بصارت کے ساتھ ساتھ نور بصیرت بھی ہوا کرتا ہے وہ بدن کے ہر ہر حصہ میں ان اثرات کو اپنے نور فراست اور نگاہ کرامت سے دیکھ لیا کرتے ہیں۔ امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ اہل بصیرت اور صاحب باطن تھے اس لئے انہوں نے اپنی نگاہ کرامت سے شخص مذکور کی آنکھوں میں اس کے گناہ کے اثرات کو دیکھ لیا اور اس کی آنکھوں کو اس لئے زنا کار کہا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ "زنا العینین النظر" یعنی کسی اجنبی عورت کو بری نیت سے دیکھنا یہ آنکھوں کا زنا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ہاتھ میں کینسر

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد نبوی شریف کے منبر اقدس پر خطبہ پڑھ رہے تھے کہ بالکل ہی اچانک ایک بدنصیب اور خبیث النفس انسان جس کا نام "جہجاہ غفاری" تھا کھڑا ہو گیا اور آپ کے دست مبارک سے عصا چھین کر اس کو توڑ ڈالا۔ آپ نے اپنے حلم وحیاء کی وجہ سے اس سے کوئی مواخذہ نہیں فرمایا لیکن خدا تعالیٰ کی قہاری وجباری نے اس بے ادبی اور گستاخی پر اس مردود کو یہ سزا دی کہ اسکے ہاتھ میں کینسر کا مرض ہو گیا اور اس کا ہاتھ گل سڑ کر گر پڑا اور وہ یہ سزا پا کر ایک سال کے اندر ہی مر گیا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین ج ۲، ص ۸۶۲ و تاریخ الخلفاء، ص ۱۱۲)

گستاخی کی سزا

حضرت ابو قلابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں ملک شام کی سرزمین میں تھا تو میں نے ایک شخص کو بار بار یہ صدا لگاتے ہوئے سنا کہ "ہائے افسوس! میرے لئے جہنم ہے۔" میں اٹھ کر اس کے پاس گیا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس شخص کے دونوں ہاتھ اور پاؤں کٹے ہوئے ہیں اور وہ دونوں آنکھوں سے اندھا ہے اور اپنے چہرے کے بل زمین پر اوندھا پڑا ہوا بار بار لگاتار یہی کہہ رہا ہے کہ "ہائے افسوس! میرے لئے جہنم ہے۔

Marfat.com

"یہ منظر دیکھ کر مجھ سے رہا نہ گیا اور میں نے اس سے پوچھا کہ اے شخص! تیرا کیا حال ہے؟ اور کیوں اور کس بناء پر تجھے اپنے جہنمی ہونے کا یقین ہے؟ یہ سن کر اس نے یہ کہا: اے شخص! میرا حال نہ پوچھ، میں ان بدنصیب لوگوں میں سے ہوں جو امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کرنے کے لئے ان کے مکان میں گھس پڑے تھے۔ میں جب تلوار لے کر ان کے قریب پہنچا تو ان کی بیوی صاحبہ نے مجھے ڈانٹ کر شور مچانا شروع کر دیا تو میں نے ان کی بیوی صاحبہ کو ایک تھپڑ مار دیا یہ دیکھ کر امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دعا مانگی کہ "اللہ تعالیٰ تیرے دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کو کاٹ ڈالے اور تیری دونوں آنکھوں کو اندھی کر دے اور تجھ کو جہنم میں جھونک دے۔

اے شخص! میں امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پُر جلال چہرے کو دیکھ کر اور ان کی اس قاہرانہ دعا کو سن کر کانپ اٹھا اور میرے بدن کا ایک ایک رونگٹا کھڑا ہو گیا اور میں خوف و دہشت سے کانپتے ہوئے وہاں سے بھاگ نکلا۔

امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چار دعاؤں میں سے تین دعاؤں کی زد میں تو آ چکا ہوں، تم دیکھ رہے ہو کہ میرے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کٹ چکے اور دونوں آنکھیں اندھی ہو چکیں اب صرف چوتھی دعا یعنی میرا جہنم میں داخل ہونا باقی رہ گیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ یہ معاملہ بھی یقینا ہو کر رہے گا چنانچہ اب میں اسی کا انتظار کر رہا ہوں اور اپنے جرم کو بار بار یاد کر کے نادم و شرمسار ہو رہا ہوں اور اپنے جہنمی ہونے کا اقرار کرتا ہوں۔

(ازالۃ الخفاء، مقصد ۲، ص ۲۲۷)

مذکورہ بالا دونوں روایتوں اور کرامتوں سے یہ سبق ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اگرچہ بہت بڑا ستار و غفار اور غفور و رحیم ہے، لیکن اگر کوئی بدنصیب اس کے محبوب بندوں کی شان میں کوئی گستاخی و بے ادبی کرتا ہے تو خداوند قدوس کی قہاری و جباری اس مردود کو ہرگز ہرگز معاف نہیں فرماتی بلکہ ضرور بالضرور دنیا و آخرت کے بڑے بڑے عذابوں میں گرفتار کر دیتی ہے

Marfat.com

اور وہ دونوں جہان میں قہر قہار و غضب جبار کا اس طرح سزا وار ہو جاتا ہے کہ دنیا میں لعنتوں کی بار اور پھٹکار اور آخرت میں عذاب نار کے سوا اس کو کچھ نہیں ملتا۔

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اللہ والوں کی بے ادبی و گستاخی کی لعنت سے محفوظ رکھے اور اپنے محبوبوں کی تعظیم و توقیر اور ان کے ادب و احترام کی توفیق بخشے۔ امین!

خواب میں پانی پی کر سیراب

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جن دنوں باغیوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان کا محاصرہ کر لیا اور ان کے گھر میں پانی کی ایک بوند تک کا جانا بند کر دیا تھا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیاس کی شدت سے تڑپتے رہتے تھے میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملاقات کے لیے حاضر ہوا تو آپ اس دن روزہ دار تھے۔ مجھ کو دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ اے عبداللہ بن سلام! آج میں حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے دیدار پر انوار سے خواب میں مشرف ہوا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے انتہائی مشفقانہ لہجے میں ارشاد فرمایا کہ اے عثمان! رضی اللہ تعالیٰ عنہ ظالموں نے پانی بند کر کے تمہیں پیاس سے بے قرار کر دیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں! تو فوراً ہی آپ نے دریچے میں سے ایک ڈول میری طرف لٹکا دیا جو نہایت شیریں اور ٹھنڈے پانی سے بھرا ہوا تھا، میں اس کو پی کر سیراب ہو گیا اور اب اس وقت بیداری کی حالت میں بھی اس پانی کی ٹھنڈک میں اپنی دونوں چھاتیوں اور دونوں کندھوں کے درمیان محسوس کرتا ہوں۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے عثمان! اگر تمہاری خواہش ہو تو ان باغیوں کے مقابلہ میں تمہاری امداد و نصرت کروں۔ اور اگر تم چاہو تو ہمارے پاس آ کر روزہ افطار کرو۔ اے عبداللہ بن سلام! میں نے خوش ہو کر یہ عرض کر دیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم آپ کے دربار پر انوار میں حاضر ہو کر روزہ افطار کرنا یہ زندگی سے ہزاروں لاکھوں درجے زیادہ مجھے عزیز ہے۔ حضرت عبداللہ بن

Marfat.com

سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس کے بعد رخصت ہو کر چلا آیا اور اسی دن رات میں باغیوں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا۔ (البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۱۸۲)

اپنے مدفن کی خبر

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع کے اس حصہ میں تشریف لے گئے جو "حش کوکب" کہلاتا ہے تو آپ نے وہاں کھڑے ہو کر ایک جگہ پر یہ فرمایا کہ عنقریب یہاں ایک مرد صالح دفن کیا جائے گا۔ چنانچہ اس کے بعد ہی آپ کی شہادت ہوگئی اور باغیوں نے آپ کے جنازہ مبارکہ کے ساتھ اس قدر ہلڑ بازی کی کہ آپ کو نہ روضہ منورہ کے قریب دفن کیا جا سکا نہ جنت البقیع کے اس حصہ میں مدفون کیے جا سکے جو کبار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قبرستان تھا بلکہ سب سے دور الگ تھلگ "حش کوکب" میں آپ سپردِ خاک کیے گئے جہاں کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہاں امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک بنے گی کیونکہ اس وقت تک وہاں کوئی قبر تھی ہی نہیں۔

(ازالۃ الخفاء، مقصد ۲، ص ۲۲۷)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو ان باتوں کا بھی علم عطا فرما دیتا ہے کہ وہ کب اور کہاں وفات پائیں گے اور کس جگہ انکی قبر بنے گی۔ چنانچہ سینکڑوں اولیاء کرام کے تذکروں میں لکھا ہوا ہے کہ ان اللہ والوں نے قبل از وقت لوگوں کو یہ بتا دیا ہے کہ وہ کب؟ اور کہاں؟ اور کس جگہ وفات پا کر مدفون ہوں گے۔

تنبیہ: اس موقع پر بعض کج فہم اور بدعقیدہ لوگ عوام کو بہکاتے رہتے ہیں کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے:

وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ م بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اس کو نہیں جانتا کہ وہ کونسی زمین میں مرے گا۔ لہٰذا اولیاء کرام کے سب قصے غلط ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے

Marfat.com

کہ قرآن مجید کی یہ آیت حق اور برحق ہے اور ہر مؤمن کا اس پر ایمان ہے مگر اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ بغیر اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے کوئی شخص اپنی عقل وفہم سے اس بات کو نہیں جان سکتا کہ وہ کب اور کہاں مرے گا۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بذریعہ وحی اور اولیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کو بطریق کشف وکرامت ان چیزوں کا علم عطا فرمادے تو وہ بھی یہ جان لیتے ہیں کب اور کہاں ان کا انتقال ہوگا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تو اس بات کو جانتا ہی ہے کہ کون کہاں مرے گا لیکن اللہ تعالیٰ کے بتا دینے سے خاصان خدا بھی اس بات کو جان لیتے ہیں کہ کون کہاں مرے گا۔ مگر کہاں اللہ تعالیٰ کا علم اور کہاں بندوں کا علم ، اللہ تعالیٰ کا علم ازلی ، ذاتی اور قدیم ہے اور بندوں کا علم عطائی اور حادث ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم ازلی ، ابدی اور غیر محدود ہے اور بندوں کا علم فانی اور محدود ہے۔

اب یہ مسئلہ نہایت ہی صفائی کے ساتھ واضح ہوگیا کہ قرآنی ارشاد کا مفاد کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کون کب اور کہاں مرے گا؟ اور اہل حق کا یہ عقیدہ کہ اولیاء کرام بھی جانتے ہیں کہ کون کب اور کہاں مرے گا؟ یہ دونوں باتیں اپنی اپنی جگہ پر صحیح ہیں اور ان دونوں باتوں میں ہرگز ہرگز کوئی تعارض نہیں۔ کیونکہ جہاں یہ کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کون کب اور کہاں مرے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بغیر خدا کے بتائے کوئی نہیں جانتا اور جہاں یہ کہا گیا کہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام واولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم جانتے ہیں کہ کون کب اور کہاں مرے گا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام واولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم خدا عزوجل کے بتا دینے سے جان لیتے ہیں۔
اب ناظرین کرام انصاف فرمائیں کہ ان دونوں باتوں میں کونسا تعارض اور ٹکراؤ ہے؟ دونوں ہی باتیں اپنی اپنی جگہ پر سو فیصدی صحیح اور درست ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

Marfat.com

شہادت کے بعد غیبی آواز

حضرت عدی بن حاتم صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے دن میں نے اپنے کانوں سے سنا کہ کوئی شخص بلند آواز سے یہ کہہ رہا تھا: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو راحت اور خوشبو کی بشارت دو اور نہ ناراض ہونے والے رب کی ملاقات کی خوشخبری سناؤ اور خدا کے غفران ورضوان کی بھی بشارت دے دو۔ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں اس آواز کو سن کر ادھر ادھر نظر دوڑانے لگا اور پیچھے مڑ کر بھی دیکھا مگر کوئی شخص نظر نہیں آیا۔

(شواہد النبوۃ، ص ۱۵۸)

مدفن میں فرشتوں کا ہجوم

روایت ہے کہ باغیوں کی ہلڑ بازیوں کے سبب تین دن تک آپ کی مقدس لاش بے گور و کفن پڑی رہی۔ پھر چند جاں نثاروں نے رات کی تاریکی میں آپ کے جنازہ مبارکہ کو اٹھا کر جنت البقیع میں پہنچا دیا اور آپ کی مقدس قبر کھودنے لگے۔ اچانک ان لوگوں نے دیکھا کہ سواروں کی ایک بہت بڑی جماعت ان کے پیچھے پیچھے جنت البقیع میں داخل ہوئی ان سواروں کو دیکھ کر لوگوں پر ایسا خوف طاری ہوا کہ کچھ لوگوں نے جنازہ مبارکہ کو چھوڑ کر بھاگ جانے کا ارادہ کر لیا۔ یہ دیکھ کر سواروں نے با آواز بلند کہا کہ آپ لوگ ٹھہرے رہیں اور بالکل نہ ڈریں، ہم لوگ بھی ان کی تدفین میں شرکت کے لیے یہاں حاضر ہوئے ہیں۔ یہ آواز سن کر لوگوں کا خوف دور ہو گیا اور اطمینان و سکون کے ساتھ لوگوں نے آپ کو دفن کیا۔ قبرستان سے لوٹ کر ان صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے قسم کھا کر لوگوں سے کہا کہ یقیناً یہ فرشتوں کی جماعت تھی۔ (شواہد النبوۃ، ص ۱۵۸)

گستاخ درندہ کے منہ میں

منقول ہے کہ حجاج کا ایک قافلہ مدینہ منورہ پہنچا۔ تمام اہل قافلہ حضرت امیر المؤمنین

Marfat.com

عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک پر زیارت کرنے اور فاتحہ خوانی کے لئے گئے لیکن ایک شخص جو آپ سے بغض وعناد رکھتا تھا توہین واہانت کے طور پر آپ کی زیارت کے لئے نہیں گیا اور لوگوں سے کہنے لگا کہ وہ بہت دور ہے اس لئے میں نہیں جاؤں گا۔

یہ قافلہ جب اپنے وطن کو واپس آنے لگا تو قافلہ کے تمام افراد خیر و عافیت اور سلامتی کے ساتھ اپنے اپنے وطن پہنچ گئے لیکن وہ شخص جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر انور کی زیارت کے لیے نہیں گیا تھا اس کا یہ انجام ہوا کہ درمیان راہ میں بیچ قافلہ کے اندر ایک درندہ جانور دراتا اور غراتا ہوا آیا اور اس شخص کو اپنے دانتوں سے دبوچ کر اور پنجوں سے پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔

یہ منظر دیکھ کر تمام اہل قافلہ نے یک زبان ہو کر یہ کہا کہ یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بے ادبی و بے حرمتی کا انجام ہے۔ (شواہد النبوۃ، ص ۱۵۸)

مذکورہ بالا تینوں روایتوں سے امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جلالت شان اور دربار خداوندی میں انکی مقبولیت اور ولایت و کرامت کا ایسا عظیم الشان نشان ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے مراتب کی بلندیوں کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا۔

قبول اسلام کی داستان حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی زبانی

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اسلام لانے کا واقعہ خود بیان فرماتے ہیں کہ ایک دن میں گھر گیا تو اپنی خالہ سعدی کو اپنے اہل خانہ کے ساتھ پایا۔ میری خالہ علم کیافہ کی ماہر تھیں مجھے دیکھتے ہی کہنے لگیں۔ اے عثمان! تم کو خوشخبری اور سلامتی ہو (تین دفعہ یہ الفاظ ادا کئے)۔

''تُو خیر سے ملا اور شر سے محفوظ رہا۔ بخدا تو نے ایک نہایت پاکباز اور حسین عورت سے نکاح کیا تو خود بھی پاک ہے اور تیری شادی بھی پاک عورت سے ہوگی''۔

سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مجھے اپنی خالہ کے ان الفاظ پر بڑا تعجب ہوا

Marfat.com

اور اسی تعجب کی حالت میں اپنی خالہ سے پوچھا کہ آپ نے یہ کیا الفاظ کہے ہیں آپ کی باتیں میری سمجھ سے بالاتر ہیں کیونکہ آپ نامعلوم اشیاء کا نام لے رہی ہیں اس پر میری خالہ نے جواب دیا:

محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ رب العزت کے رسول اور پیغمبر ہیں۔ اللہ کی طرف سے اللہ کا پیغام لے کر آئے ہیں اور اللہ کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہیں ان کا قول انسانیت کے لیے سراپا بہتری، ان کا دین فلاح کا ضامن اور ان کا حکم باعث نجات ہے۔ ان کے سامنے کسی کی چیخ و پکار فائدہ نہیں دیتی، اگرچہ کتنی ہی تلواریں اور نیزے ان کے مقابلے میں چلائے جائیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میری خالہ کا کلام میرے دل پر اثر کر گیا اور میں سوچ میں پڑ گیا۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میرے تعلقات بہت اچھے تھے۔ میں ان کے پاس آ کر بیٹھ گیا مجھے متفکر دیکھ کر پوچھا کیا بات ہے؟ میں نے خالہ کی ساری باتیں انہیں بتائیں۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا عثمان تم نہایت ذہین آدمی ہو اور حق و باطل کے فرق کو اچھی طرح سمجھتے ہو۔ تمہاری خالہ صحیح کہتی ہیں۔ محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جا کر آپ کا کلام سنو! اللہ نے انہیں اپنا پیغام دے کر انسانیت کی طرف مبعوث فرمایا ہے۔

اتفاق ایسا ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرف سے گزر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں ایک کپڑا تھا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر اٹھے اور ان کے کان میں آہستہ سے کچھ کہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور مجھے مخاطب کر کے ارشاد فرمایا:

اے عثمان! اللہ جنت کی دعوت دیتا ہے۔ اس کو قبول کرو۔ میں اللہ کا رسول ہوں اور ساری مخلوق کی طرف مبعوث ہوا ہوں۔

Marfat.com

سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بخدا آپ کا کلام سنتے ہی میں ایسا بے اختیار رہوا کہ فوراً اسلام لے آیا اور گواہی دی

لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ وان محمدا عبدہ و رسولہ

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے پیارے رسول ہیں''۔

فضل و کمال

اسلام قبول کرنے کے بعد سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وہ شرف وفضیلت حاصل ہوئی جو ان کی کتاب فضائل کا درخشاں باب ہے اور جس پر وہ جتنا ناز کریں کم ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی منجھلی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کر دیا۔ ان کی وفات کے بعد اپنی دوسری صاحبزادی حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کر دیا۔ اس طرح یکے بعد دیگرے دو صاحبزادیاں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں آئیں اور یہ وہ شرف ہے جو پوری انسانی تاریخ میں کسی شخص کو حاصل نہیں ہوا۔ گویا یہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خاص خصوصیت ہے۔ اس طرف اشارہ کرتے ہوئے سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ایک سوال کے جواب میں سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمایا: یہ وہ شخص ہے جس کو ملاء اعلیٰ میں ذوالنورین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے کھانا دے کر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر بھیجا۔ وہ اپنی زوجہ محترمہ سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ میں نے ان دونوں سے اچھا اور خوبصورت جوڑا اور کوئی نہیں دیکھا۔ کبھی میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور کبھی حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیکھتا تھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا اے اسامہ! کیا تم نے کبھی ان سے خوبصورت جوڑا دیکھا۔ میں نے عرض کیا آقا علیہ السلام نہیں دیکھا۔

Marfat.com

ایک مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آسمان سے ایک ترازو اتاری گئی ایک پلڑے میں مجھے رکھا گیا اور دوسرے پلڑے میں میری ساری امت رکھی گئی اور وزن کیا گیا تو میں پوری امت کے برابر رہا پھر ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک پلڑے میں رکھا گیا اور باقی دوسرے پلڑے میں رکھا گیا تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میری امت کے برابر رہے پھر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک پلڑے میں اور دوسرے میں باقی ساری امت کو تو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میری امت کے برابر رہے پھر چوتھی مرتبہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا پھر عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک پلڑے میں اور باقی امت کو دوسرے پلڑے میں رکھا گیا تو عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے امت کے برابر رہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جمع وتدوین قرآن

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آذربائیجان اور آرمینیہ کی جنگ میں شریک تھے تو وہاں انہوں نے اختلاف قرآن کا ہولناک منظر دیکھا تو پریشان ہو گئے کہ وہ لوگ اپنے اپنے آبائی لہجے میں قرآن کی تلاوت کر رہے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے امیر المومنین! خدارا امت کی خبر لیجئے۔ قبل اس کے کہ قرآن مجید سے متعلق اختلافات اتنے شدید ہو جائیں جیسا کہ یہود و نصاریٰ کے باہمی اختلافات ہیں۔ ظاہر ہے اتنا عظیم الشان کام خود اپنی رائے سے انجام دینے کی جسارت نہیں کر سکتے تھے۔ لہذا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کی مجلس شوریٰ طلب کی اور متفقہ طور پر اس کی تائید کر دی تو قرآن مجید کا ایک نسخہ جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں مرتب ہوا تھا اور اب ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ملکیت میں تھا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ نسخہ ام المومنین سے لے لیا اور مجلس شوریٰ جو مرتب فرمائی ان میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبدالرحمن بن الحارث رضی اللہ

Marfat.com

تعالیٰ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم موجود تھے کو سپرد کر دیا تا کہ اس نسخہ کو بنیاد بنا کر قرآن مجید کا ایک نہایت مستند مجموعہ قراتِ قریش پر تیار کریں جب یہ مجموعہ تیار ہوگیا تو حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نسخہ واپس کر دیا گیا اور یہ مجموعہ جس کا نام مصحف عثمانی کہلایا۔ اس کی متعدد نقلیں تیار کروا کے انہیں مختلف شہروں میں بھیج دیا گیا کہ اسی کو مستند مانا جائے اور اسی کے مطابق قرات اور کتابت کی جائے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جمعہ کے دن دوسری اذان

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت سے قبل جمعہ کی نماز میں ایک اذان اور ایک اقامت ہوتی تھی آپ کے عہد خلافت میں آبادی کی کثرت ہوگئی اور مدینہ طیبہ کے مکانات دور دور تک پھیل گئے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقام زوراء میں ایک اور اذان کا اضافہ کر دیا اور تمام صحابہ نے اس بارے میں ان سے اتفاق کیا۔

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توسیع

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محسوس فرمایا کہ مسجد تنگ ہے کیونکہ نمازیوں کی تعداد بڑھ رہی تھی۔ مسجد کے پڑوس میں ایک شخص کا مکان تھا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خواہش تھی کہ اس مکان کو خرید کر مسجد میں شامل کرلیا جائے چنانچہ ایک روز آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے خطبہ میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ترغیب دی اور جنت کا وعدہ فرمایا جس پر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیس یا پچیس ہزار درہم میں وہ مکان خرید لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع دی آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت خوش ہوئے اور جنت کی خوشخبری دی۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس میں مزید توسیع کی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ مکان جس کا دروازہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد نبوی میں آنے جانے کے لئے کھلا رکھنے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی خرید کر مسجد

Marfat.com

نبوی میں مزید توسیع فرمائی اور چونا اور منقش پتھروں سے بڑے خوبصورت انداز میں تعمیر فرمایا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر اعتماد مصطفی ﷺ

صلح حدیبیہ کے موقع پر جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسلمانوں کی طرف سے سفیر بنا کر بھیجا گیا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ عثمان کتنے خوش نصیب ہیں کہ انہوں نے بیت اللہ کا طواف اور صفا ومروہ کی سعی کی اور احرام کھول لیا ہوگا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ماکان لفیعل۔ ''عثمان میرے بغیر ایسا ہرگز نہیں کریں گے''۔ چنانچہ جب سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس تشریف لائے تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا:

عثمان! کیا تم نے بیت اللہ کا طواف کیا؟ محب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آبدیدہ عرض کیا: یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میں بیت اللہ کا طواف کروں جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طواف نہ فرمائیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی دس خصوصیتیں

ابن عساکر میں ہے، جب حضرت عثمان پر بلوائیوں نے عرصہ حیات تنگ کر دیا اور آپ گھر میں محصور ہو گئے اس موقع پر آپ نے باغیوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

میری دس خصال میرا رب ہی جانتا ہے لیکن آج تم ان کا لحاظ نہیں کرتے۔

میں اسلام لانے میں چوتھے نمبر پر ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی میرے نکاح میں دی۔

جب پہلی صاحبزادی فوت ہو گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسری صاحبزادی نکاح میں دی۔

Marfat.com

میں نے پوری زندگی میں کبھی گانا نہیں سنا۔

میں نے کبھی برائی کا خواہش نہیں کی۔

جس ہاتھ سے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی اس ہاتھ کو آج تک نجاست سے دور رکھا، حتیٰ کہ میں نے غسل خانے میں کبھی ننگے بدن غسل نہیں کیا۔

جب سے اسلام لایا کوئی جمعہ ایسا نہیں گزرا کہ کوئی غلام آزاد نہ کیا ہو، اگر کسی جمعہ کو غلام آزاد نہ کیا تو اس کی قضاً ادا کی۔

عہد جاہلیت اور عہد اسلام میں کبھی زنا نہیں کیا۔

نا ہی کبھی چوری کی

میں نے عہد رسالت میں پورا قرآن حفظ کیا

صلح حدیبیہ اور بیعت رضوان

ذوالقعد 6 ہجری مین آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھ عمرے کی غرض سے مدینہ سے نکلے، چودہ سو جانثار ساتھ تھے۔ کسی قسم کا کوئی اصلحہ ماسوائے تلواروں کے جو نیاموں میں بند تھیں اور عرب میں سفر کا ایک عام ہتھیار تھا ساتھ تھیں۔ مقامِ ذوالحلیفہ پہنچ کر قربانی کی ابتدائی رسوم پوری کیں اور قربانی کے اونٹوں کے گلے میں لوہے کے نعل ڈال دیئے گئے۔ احتیاط کے طور پر ایک شخص کو آگے بھیج دیا گیا جس نے آکر اطلاع دی کہ قریش مقابلے کی تیاری میں ہیں اور معلوم پڑا کہ خالد بن ولید پہلے ہی دوسو سواروں کے ساتھ غمیم تک پہنچ چکے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو کترا کر ایک طرف سے نکلے، حضرت خالد کو گھوڑوں کی گرد نظر آئی تو جا کر قریش کو خبر دی کہ لشکر اسلام غمیم تک آ گیا۔ بنو خزاعہ ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے لیکن در پردہ مسلمانوں کے ساتھ تھے۔ اس قبیلہ کے رئیس کا نام بدیل بن ورقا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا سنا تو بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کی قریش کی فوجوں کا سیلاب آپکو مکہ میں داخل نہ ہونے دیگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قریش سے کہو

Marfat.com

کہ ایک مدت کے لئے ہم سے صلح کر لیں، ہم کو لڑنا مقصود نہیں صرف عمرے کے لئے آئے ہیں اگر وہ اس پر بھی راضی نہیں تو اس خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے میں یہاں تک لڑوں گا کہ میری گردن الگ ہو جائے اور اللہ کو جو فیصلہ کرنا ہے کر دے۔ بدیل نے جا کر آپ ﷺ کا پیغام قریش کو سنایا۔ قریش کی جانب سے عروۃ نے آ کر آپ ﷺ سے بات چیت شروع کی۔ جب لڑائی کا ذکر آیا تو کہنے لگا کہ اگر لڑائی کا رخ بدلا تو تو تمہارے ساتھ جو بھیڑ ہے گرد کی طرح چھٹ جائے گی۔ یہ سنا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ کو غصہ آ گای اور گالی دیکر کہا کہ کیا ہم محمد ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے؟ عروۃ نے پوچھا یہ کون ہیں؟ جب معلوم پڑا تو کہنے لگا کہ اس سخت کلامی کا جواب میں ضرور دیتا لیکن ان کا ایک احسان مجھ پر ہے جس کا میں نے ابھی تک بدلہ ادا نہیں کیا۔ عروۃ بے تکلفی سے بات کرتا تھا، بات کرتے ہوئے عرب کے دستور کے مطابق ہاتھ کو بار بار آپ ﷺ کی ریش مبارک تک لے جاتا تھا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ آنحضرت ﷺ کے پیچھے موجود تھے، ان کو یہ گوارہ نہ ہوا تو عروۃ کو کہا اپنا ہاتھ ہٹا لے ورنہ یہ ہاتھ بڑھ کر واپس نہ جا سکے گا۔

عروہ دربارِ رسالت میں

عروۃ نے واپس جر کار قریش کو تمام حالات بتائے اور صحابہ کی عقیدت کا حال سنایا جس نے اس کے دل پر کافی اثر کیا تھا۔ لیکن معاملہ اب بھی ناتمام تھا اس لئے آپ ﷺ نے حضرت خراش بن امیہ کو قریش کے پاس بھیجا لیکن قریش نے ان کے سواری کے اونٹ کو مار ڈالا اور خود وہ مشکل سے جان بچا کر واپس آنے میں کامیاب ہوئے۔ قریش نے حملہ کیا لیکن ان کے تمام افراد گرفتار کر لئے گئے۔ آپ ﷺ نے تمام افراد کو آزاد کر دیا۔ بات چیت کے لئے حضرت عمر کا انتخاب ہوا لیکن انہوں نے معذرت کر لی کہ مکہ میں ان کا کوئی خیر خواہ موجود نہیں۔ ان کی جگہ حضرت عثمان کو بھیجا گیا جو ابان بن سعید کی حمایت میں مکہ گئے اور آپ ﷺ کا پیغام سنایا۔ قریش نے ان کو نظر بند کر دیا اور عام طور پر یہ خبر مشہور

Marfat.com

ہو گئی کہ ان کو شہید کر دیا گیا ہے۔ یہ خبر آپ ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ عثمان کے خون کا قصاص لینا فرض ہے۔ یہ کہہ کر آپ ﷺ نے ببول کے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر جانثاری کی بیعت لی۔ قرآن میں ہے:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوْبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا (فتح)

یقیناً اللہ تعالیٰ مومنوں سے خوش ہو گیا جبکہ وہ درخت تلے تجھ سے بیعت کر رہے تھے۔ ان کے دلوں میں جو تھا اسے اس نے معلوم کر لیا اور ان پر اطمینان نازل فرمایا اور انہیں قریب کی فتح عنایت فرمائی۔

تمام صحابہ کرام جن میں مرد بھی تھے اور خواتین بھی انہوں نے درخت کے نیچے بیٹھ کر جوش اور ولولہ انگیز انداز میں آپ ﷺ کے ہاتھ پر جانثاری کی بیعت کی۔ قریش کی جانب سے سہیل بن عمرو سفیر بن کر آئے۔ قریش کی طرف سے واضح کر دیا گیا تھا کہ صلح اسی شرط پر ہو گی کہ محمد ﷺ اس سال واپس چلے جائیں۔ آخر کار کافی دیر کی گفتگو کے بعد صلح کی شرائط طے پا گئیں۔ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر حکم دیا کہ معاہدے کو قلم بند کریں۔ حضرت علی رضی اللہ نے معاہدے کے شروع میں بسم اللہ الرحمان الرحیم لکھا، عرب چونکہ بسم اللہ کی جگہ بسمک اللھم لکھا کرتے تھے اس لئے سہیل نے کہا کہ وہی قدیم الفاظ لکھے جائیں۔ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ ایسا ہی کیا جائے۔ اس کے بعد کے الفاظ کچھ اس طرح تھے "یہ معاہدہ ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے تسلیم کیا۔"۔ یہاں بھی سہیل نے کہا کہ آپکو پیغمبر مان لیں تو ہمارا اور آپکا پھر جھگڑا کیا ہے؟ آپ صرف اپنا اور اپنے والد کا نام لکھیں۔ آپ ﷺ نے کہا کہ گو تم تکذیب کرتے ہو لیکن خدا کی قسم میں اللہ کا پیغمبر ہوں، پھر حضرت علی کو حکم دیا کہ وہ صرف ان کا نام لکھ دیں۔ حضرت علی سے بڑھ کر کوئی فرمانبردار نہ تو ہو سکتا ہے نہ تھا لیکن محبت میں انہوں نے کہا کہ میں ہرگز ایسا نہ کروں گا۔ رسول

Marfat.com

اللہ ﷺ نے فرمایا اچھا مجھ کو بتاؤ میرا نام کہاں ہے، حضرت علی نے انگلی سے بتایا کہ یہاں ہے۔ آپ ﷺ نے وہاں سے رسول اللہ کے الفاظ مٹا دیئے۔

صلح حدیبیہ کی شرائط یہ تھیں:

مسلمان اس سال واپس چلے جائیں۔

اگلے سال آئیں اور صرف تین دن قیام کر کے چلے جائیں۔

ہتھیار لگا کر نہ آئیں، صرف تلواریں ساتھ لائیں اور وہ بھی نیام میں اور نیام علبان میں رہے۔

مکہ میں جو مسلمان مقیم ہیں ان میں سے کسی کو ساتھ نہ لیکر جائیں، مسلمانوں میں سے کوئی مکہ میں رکنا چاہے تو اس کو نہ روکا جائے۔

مسلمانوں میں سے کوئی شخص اگر مدینہ جائے گا تو واپس کر دیا جائے گا، مدینہ سے کوئی مکہ آئے گا تو واپس نہیں کیا جائے گا۔

قبائل عرب کو اختیار ہوگا کہ معاہدے میں جس کے ساتھ چاہیں شریک ہو جائیں۔

یہ بہت خطرناک وقت تھا۔ ایک جانب تو معاہدے کی شرائط لکھی جا چکی تھیں اور دوسری جانب حضرت ابو جندل جو مسلمان ہو چکے تھے اور جن کو قریش نے قید کر رکھا تھا کسی طرح جان چھڑا کر بھاگ آئے۔ سہیل نے کہا کہ معاہدے کے امتحان کا پہلا وقت ہے۔ اس کو واپس کر دو۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابھی شرائط لکھی نہیں گئیں۔ سہیل نے کہا کہ نہیں یہ واپس جائے گا۔ آپ ﷺ نے اصرار کیا کہ اس کو چھوڑ دو، سہیل نے کہا کہ بس پھر ہم کو صلح بھی منظور نہیں۔ مجبوراً آپ ﷺ نے ان کو کفار کے ساتھ جانے دیا۔ ابو جندل کو کفار نے اس حالت میں رکھا تھا کہ تشدد کی وجہ سے ان کے جسم پر جا بجا نشان بنے ہوئے تھے۔ ابو جندل نے مسلمانوں کی طرف دیکھا اور کہا "برادرانِ اسلام کیا مجھ کو پھر اسی حالت میں دیکھنا چاہتے ہو؟ میں اسلام لا چکا ہوں کیا پھر مجھ کو کافروں کے ہاتھ میں دے

Marfat.com

دو گے؟"۔ مسلمان تڑپ اٹھے، حضرت عمر تو جذبات سے مغلوب ہو کر آپ ﷺ کے پاس گئے اور کہا کیا آپ ﷺ پیغمبر برحق نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا بے شک ہوں، حضرت عمر نے کہا کیا ہم حق پر نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا بے شک ہیں۔ حضرت عمر نے کہا پھر ہم دین میں یہ ذلت کیوں گوارا کریں؟۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ کا پیغمبر ہوں اور اس کے حکم کے خلاف نہیں کر سکتا، خدا میری مدد کرے گا۔ حضرت عمر نے کہا کیا آپ نے نہیں فرمایا تھا کہ ہم کعبہ کا طواف کریں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا لیکن یہ تو نہیں کہا تھا کہ اسی سال کریں گے۔ حضرت عمر لوٹ آئے اور واپس آ کر وہی باتیں حضرت ابو بکر سے کیں، حضرت ابو بکر نے فرمایا وہ پیغمبر خدا ہیں جو کچھ کرتے ہیں اللہ کے حکم سے کرتے ہیں۔ اپنی اس گفتگو کا حضرت عمر کو ساری زندگی اتنا دکھ رہا کہ نوافل پڑھے، روزے رکھے، غلام آزاد کئے اور خیرات کی۔ ابو جندل کو دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا "ابو جندل! صبر اور ضبط سے کام لو، اللہ تمہارے لئے اور مظلوموں کے لئے کوئی راہ نکالے گا۔ صلح اب ہو چکی، ہم ان لوگوں سے بدعہدی نہیں کر سکتے"۔ یہ وہ وقت تھا جب حضرت ابو جندل پا بہ زنجیر واپس لے جائے جا رہے تھے۔

آپ ﷺ نے پھر فرمایا کہ یہیں پر قربانی کی جائے، مسلمانوں کی دل برداشتگی کا یہ عالم تھا کہ ایک شخص بھی اپنی جگہ سے نہ اٹھا، حتیٰ کے آپ ﷺ کے تین بار کہنے پر بھی کوئی باہر نہیں آیا۔ آپ ﷺ اٹھ کر گھر تشریف لے گئے اور حضرت ام سلمہ سے شکایت کی۔ انہوں نے کہا کہ آپ کسی سے کچھ نہ کہیں، جا کر احرام اتاریں اور خود قربانی کریں چنانچہ آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا اور پھر جب لوگوں کو یقین ہو گیا کہ یہی فیصلہ آخر ہے تو انہوں نے بھی احرام اتارے اور قربانیاں کیں۔ حدیبیہ میں آپ ﷺ کا قیام تین روز تک رہا۔ یہیں سورۃ فتح کی پہلی آیت اتری:

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا

Marfat.com

بیشک (اے نبی) ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی ہے۔

بارگاہِ خداوندی سے پروانہ فتح آچکا تھا۔ وہ جو مسلمان ان حالات سے دل برداشتہ تھے ان کے لئے حکمِ باری تعالیٰ ایک نئی خوشی لیکر آیا تھا۔ آپ ﷺ نے خاص طور ہر حضرت عمر کو بلوا کر فرمایا کہ یہ آیت اتری ہے۔ حضرت عمر نے پوچھا کہ کیا یہ فتح ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں یہ فتح ہے۔ اس کا عملی مظاہرہ تب ہوا جب مکہ اور مدینہ میں تجارتی اور عام آمدورفت کا دروازہ کھلا۔ مکہ سے لوگ آتے، مہینوں تک مدینہ میں رہتے۔ باتوں باتوں میں اسلام کا ذکر آتا، اسلامی مسائل زیرِ بحث آتے اور پھر مدینہ سے واپس جانے والا ممکن ہی نہیں تھا کہ اپنا دل مدینہ میں چھوڑ کر نہ جائے۔ حضرت خالد بن ولید جن کو بعد میں سیف اللہ کا لقب ملا اور حضرت عمرو بن عاص جن کے ہاتھوں دورِ فاروقی میں مصر فتح ہوا انہی دنوں میں تو مسلمان ہوئے تھے۔ وہ چہرے جو مدینہ آتے تھے پھر تبدیل ہو کر مکہ واپس جاتے تھے۔ یہاں یہ بات جاننا بھی ضروری ہے کہ صلح کے دنوں میں جس قدر کثرت سے لوگ مسلمان ہوئے اور ایمان لائے اس سے پہلے کبھی ایسا نہ ہوا تھا۔

درمیان میں واقعہ یہ ہوا کہ حضرت عتبہ مکہ سے بھاگ کر مدینہ آگئے۔ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ واپس جاؤ، انہوں نے کہا کہ آپ مجھے واپس بھیجتے ہیں وہ مجھے کفر پر مجبور کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اس کی کوئی تدبیر نکالے گا۔ غرض حضرت عتبہ دو کافروں کی حراست میں واپس گئے لیکن مقام ذوالحلیفہ پہنچ کر ایک شخص کو قتل کر دیا۔ جو شخص بچ گیا اس نے مدینہ آکر شکایت کی ساتھ ہی حضرت عتبہ بھی پہنچ گئے، کہنے لگے یا رسول اللہ آپ نے معاہدے کے موافق مجھے واپس کر دیا تھا اب آپ پر کوئی ذمہ داری نہیں۔ یہ کہہ کر وہاں سے گئے اور سمندر کے پاس ایک مقام میں رہنا شروع کر دیا، مکہ میں ستم رسیدہ لوگوں کو تو جیسے ایک نیا ٹھکانہ مل گیا۔ دیکھتے دیکھتے وہاں ایک جمیعت ہوگئی اور یہ لوگ مکہ سے شام جانے والے قافلوں کو لوٹتے اور یہی ان کا زادِ راہ بھی تھا۔ قریش نے جب یہ دیکھا تو

Marfat.com

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لکھ بھیجا کہ اپنے معاہدے کی شرائط سے ہم باز آتے ہیں، اب جس کا جب دل کرے مدینہ آکر رہے ہمیں کسی سے کوئی لینا دینا نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان تمام مسلمانوں کو جو وطن سے دور ہو گئے تھے لکھ بھیجا کہ مدینہ واپس آجاؤ چنانچہ حضرت ابو جندل اس کے بعد مدینہ آکر آباد ہو گئے۔ پھر دو سال کا عرصہ گزر گیا۔ رمضان 8 ہجری میں مسلمان ایک شان کے ساتھ مکہ کے دروازے پر ایک فاتح کی حیثیت سے دستک دے رہے تھے۔

حضرت عثمان کی ایک فضیلت

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بیعت رضوان کا حکم دیا تو اس وقت حضرت عثمان غنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نمائندہ خصوصی کی حیثیت سے مکہ گئے ہوئے تھے۔ چنانچہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے لوگوں سے (جاں نثاری کی) بیعت لی اور (جب تمام مسلمان بیعت کر چکے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وہاں موجود نہیں تھے تو) رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عثمان! اللہ (کے دین) اور اللہ کے رسول کے کام پر گئے ہوئے ہیں اور (یہ کہہ کر) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ ہاتھ جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے تھا باقی تمام صحابہ کے ان ہاتھوں سے کہیں افضل و بہتر تھا جو ان کے اپنی طرف سے تھے۔" (ترمذی) تشریح: بیعت رضوان" اس بیعت کو کہتے ہیں جو مکہ سے تقریباً پندرہ سولہ میل کے فاصلہ پر مقام حدیبیہ میں ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے تمام مسلمانوں سے لی تھی۔ یہ نام قرآن کریم کی اس آیت سے ماخوذ ہے جو اسی واقعہ سے متعلق نازل ہوئی تھی۔ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (الفتح: ۱۸) "بیشک اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں سے خوش ہوا جب کہ یہ لوگ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے درخت (سمر)

Marfat.com

کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔"

اس واقعہ کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ ذی قعدہ ٦ ھ میں آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اہل اسلام کی ایک بڑی تعداد کے ساتھ عمرہ کے لئے مکہ روانہ ہوئے جب حدیبیہ کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ قریش مکہ نے مسلمانوں کو عمرہ کے لئے مکہ میں داخل ہونے کی اجازت سے انکار کر دیا ہے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت عثمان کو اپنا نمائندہ خصوصی بنا کر قریش مکہ کے پاس روانہ کیا تا کہ وہ ان کو سمجھائیں۔ کہ مسلمانوں کی آمد کا مقصد جنگ و جدال نہیں ہے بلکہ صرف عمرہ کرنا ہے لہٰذا اہل مکہ کو چاہیے کہ مسلمانوں کو عمرہ کے لئے مکہ میں داخل ہونے دیں، حضرت عثمان اپنے مشن پر مکہ میں تھے کہ یہاں حدیبیہ میں مشہور ہو گیا کہ حضرت عثمان کو اہل مکہ نے قتل کر دیا ہے یہ شہرت سن کر۔ یہ شہرت سن کر مسلمانوں میں سخت اضطراب و ہیجان پیدا ہو گیا اور طے ہوا کہ خون عثمان کا بدلہ لیا جائے گا، چنانچہ اسی موقع پر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر تمام مسلمانوں سے اس بات کا عہد واقرار لیا کہ اپنی جانوں کی بازی لگا کر خون عثمان کا بدلہ اہل مکہ سے لیں گے، صحابہ میں ایک ایک آدمی آتا تھا اور آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ مار کر بیعت کرتا تھا، جب سب لوگ بیعت کر چکے تو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے دونوں ہاتھوں میں سے ایک ہاتھ کو حضرت عثمان کے ہاتھ کے قائم مقام کیا اور اس ہاتھ کو اپنے دوسرے ہاتھ پر مار کر گویا حضرت عثمان کی طرف سے بیعت کی۔ اس طرح حضرت عثمان کو خصوصی فضیلت حاصل ہوئی، کہ اگر وہ خود اس موقعہ پر موجود ہوتے اور اپنا ہاتھ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ہاتھ پر مار کر بیعت کرتے جیسا کہ اور لوگوں نے کیا تو ان کو یہ شرف نصیب نہ ہوتا کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا دست مبارک ان کے ہاتھ کے قائم مقام ہوا اور اس بناء پر ان کی طبیعت گویا سب لوگوں کی طبیعت سے افضل واشرف رہی۔ پس اس موقع پر ان کا غیر موجود ہونا ان کے مرتبہ میں

Marfat.com

نقصان کا باعث نہ ہوا بلکہ فضیلت اور منقبت کا سبب بن گیا بعض حضرات کا کہنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جس ہاتھ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کے قائم مقام کیا تھا وہ بایاں ہاتھ تھا لیکن زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ وہ دایاں ہاتھ تھا۔ (مشکوۃ شریف)

ابن عساکر حضرت عبد اللہ بن حزم مازنی سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو میں نے عورتوں اور مردوں میں سے کسی کو ان سے زیادہ حسین وخوبصورت نہیں پایا۔ (تاریخ الخلفاء)

ابن عساکر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ نے مجھے گوشت کا ایک پیالہ دیکر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ جب میں آپ کے گھر میں داخل ہوا تو حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا بھی بیٹھی ہوئی تھیں۔ میں کبھی حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے چہرے کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی صورت دیکھتا تھا۔ جب میں آپ کے گھر سے واپس ہوکر رسول اکرم ﷺ کی خدمت مبارک میں حاضر ہوا تو رسول مقبول ﷺ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ اُسامہ! عثمان (رضی اللہ عنہ) کے گھر کے اندر تم گئے تھے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! جی ہاں میں گھر کے اندر گیا تھا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا تم نے ان میاں بیوی سے حسین وخوبصورت کسی میاں بیوی کو دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کبھی نہیں دیکھا ہے۔ (تاریخ الخلفاء)

ابن عدی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنی صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح کیا تو ان سے فرمایا کہ تمہارے شوہر عثمان غنی رضی اللہ عنہ تمہارے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور تمہارے باپ حضرت محمد (ﷺ) سے شکل وصورت میں بہت مشابہ ہیں۔ (تاریخ الخلفاء)

Marfat.com

پیکر جود وسخا

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور آیات قرآن: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حق میں بھی قرآن مجید کی آیات کریمہ نازل ہوئی ہیں۔ جنگ تبوک کا واقعہ ایسے وقت پیش آیا جبکہ مدینہ منورہ میں سخت قحط پڑا ہوا تھا اور عام مسلمان بہت زیادہ تنگی میں تھے۔ یہانتک کہ درخت کی پتیاں کھا کر لوگ گذارہ کرتے تھے۔ اسی لئے اس جنگ کے لشکر کو جیش عُسرہ کہا جاتا ہے یعنی تنگدستی کا لشکر۔ ترمذی شریف میں حضرت عبدالرحمن بن خباب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اس وقت حاضر تھا۔ جبکہ آپ جیش عُسرہ کی مدد کے لئے لوگوں کو جوش دلا رہے تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ آپ کے پر جوش لفظ سن کر کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! (ﷺ) میں سو اونٹ پالان اور سامان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں پیش کروں گا۔ اس کے بعد پھر حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو سامان لشکر کے بارے میں ترغیب دی اور امداد کے لئے متوجہ فرمایا۔ تو پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں دوسو اونٹ مع ساز وسامان اللہ تعالیٰ کے راستہ میں نذر کروں گا۔ اس کے بعد پھر رسول کریم ﷺ نے سامان جنگ درستگی اور فراہمی کی طرف مسلمانوں کو رغبت دلائی۔ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں تین سو اونٹ پالان اور سامان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں حاضر کروں گا۔ حدیث کے راوی حضرت عبدالرحمن بن خباب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ منبر سے اترتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے ما علی عثمان ما عمل بعد ھٰذہ۔ ما علی عثمان ما عمل بعد ھٰذہ۔ "یعنی ایک ہی جملہ کو حضور سید عالم ﷺ نے دو بار فرمایا اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اب عثمان کو وہ عمل کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا جو اس کے بعد کریں گے۔"

Marfat.com

مراد یہ ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا یہ عمل خیر ایسا اعلیٰ اور اتنا مقبول ہے کہ اب اور نوافل نہ کریں جب بھی یہ ان کے مدارج علیا کے لئے کافی ہے اور اس مقبولیت کے بعد اب انہیں کوئی اندیشہ ضرر نہیں ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

تفسیر خازن اور تفسیر معالم التنزیل میں ہے کہ آپ نے ساز و سامان کے ساتھ ایک ہزار اونٹ اس موقع پر چندہ دیا تھا۔

حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جیش عسرہ کی تیاری کے زمانہ میں ایک ہزار دینار اپنے کرتے کی آستین میں بھر کر لائے (دینار ساڑھے چار ماشہ سونے کا سکہ ہوتا ہے) ان دیناروں کو آپ نے رسول مقبول ﷺ کی گود میں ڈال دیا۔ راوی حدیث حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ ان دیناروں کو اپنی گود میں الٹ پلٹ کر دیکھتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے۔ ماضر عثمان ما عمل بعد الیوم مرتین ۔یعنی آج کے بعد عثمان کو ان کا کوئی عمل نقصان نہیں پہنچائے گا۔ سرکار اقدس ﷺ نے ان کے بارے میں اس جملہ کو دو بار فرمایا۔ (کیونکہ صحابہ کرام و اہل بیت محفوظ عن الخطاء ہیں۔) مطلب یہ ہے کہ فرض کر لیا جائے کہ اگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کوئی خطا واقع ہو تو آج کا ان کا یہ عمل ان کی خطا کے لئے کفارہ بن جائے گا۔

(مشکوٰۃ شریف صفحہ 561)

تفسیر خازن اور تفسیر معالم التنزیل میں ہے کہ جب حضرت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جیش عسرہ کی اس طرح مدد فرمائی کہ ایک ہزار اونٹ ساز و سامان کے ساتھ پیش فرمایا اور ایک ہزار دینار بھی چندہ دیا اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ صدقہ نے چار ہزار درہم بارگاہ رسالت میں پیش کئے تو ان دونوں حضرات کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ترجمہ "جو لوگ کہ اپنے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ پھر دینے کے بعد

Marfat.com

نہ احسان رکھتے ہیں اور نہ تکلیف دیتے ہیں۔ تو ان کا اجر و ثواب ان کے رب کے پاس ہے اور نہ ان پر کوئی خوف طاری ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (پارہ 3 رکوع 4)

حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی تفسیر خزائن العرفان میں تحریر فرمایا ہے کہ آیت مبارکہ حضرت عثمان غنی اور حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما کے حق میں نازل ہوئی۔

ایک نبی ایک صدیق دو شہید

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز نبی کریم ﷺ، حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق اعظم اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم احد پہاڑ پر تھے کہ یکایک وہ ہلنے لگا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اے احد! تو ٹھہر جا کہ تیرے اوپر صرف ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔" (تفسیر معالم التنزیل جلد 6 صفحہ 216)

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ حضور سید عالم ﷺ پہاڑوں پر بھی اپنا حکم نافذ فرماتے تھے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم غیب عطا فرمایا تھا کہ برسوں پہلے حضرت عمر فاروق اعظم اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما کے شہید ہونے کے بارے میں حضور خبر دے رہے ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا   جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خوب جانتے تھے کہ ندی کا بہتا ہوا دھارا رک سکتا ہے، درخت اپنی جگہ سے ہٹ سکتا ہے بلکہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل سکتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کے محبوب دانائے خفایا و غیوب جناب احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ ﷺ کا فرمان نہیں ٹل سکتا۔ اس لئے آپ اپنی شہادت کا انتظار فرماتے رہے تھے۔ تو یہ اور ان کے علاوہ دوسرے لوگ جو اپنی شہادت کے منتظر تھے جیسے کہ دولہا دولہن اپنی شادی کی تاریخ کے منتظر ہوتے ہیں تو ان کے حق میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ترجمہ "تو ان میں سے کوئی وہ ہے جو اپنی منت پوری کر

Marfat.com

چکا (جیسے حضرت حمزہ و مصعب رضی اللہ عنہما کہ یہ لوگ جہاد پر ثابت رہے یہاں تک کہ جنگ احد میں شہید ہو گئے) اور ان میں سے کوئی وہ ہے جو (اپنی شہادت کا) انتظار کر رہا ہے۔" (جیسے حضرت عثمان اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہما۔)

حضرت علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں ایک منافق رہتا تھا اس کا درخت ایک انصاری پڑوسی کے مکان پر جھکا ہوا تھا جس کا پھل ان کے مکان میں گرتا تھا۔ انصاری نے سرکار اقدس ﷺ سے اس کا ذکر کیا۔ اس وقت تک منافق کا نفاق لوگوں پر ظاہر نہیں ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے اس سے فرمایا کہ تم درخت انصاری کے ہاتھ بیچ ڈالو اس کے بدلے تمہیں جنت کا درخت ملے گا۔ مگر منافق نے انصاری کو درخت دینے سے انکار کر دیا۔ جب اس واقعہ کی خبر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ہوئی کہ منافق نے حضور ﷺ کے فرمان کو منظور نہیں کیا تو آپ نے پورا ایک باغ دیکر درخت کو اس سے خرید لیا اور انصاری کو دیدیا۔ اس پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تعریف اور منافق کی برائی میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ترجمہ "عنقریب نصیحت مانے گا جو ڈرتا ہے اور اس سے وہ بڑا بد بخت دور رہے گا جو سب سے بڑی آگ میں جائے گا۔ (پارہ ۳۰ رکوع ۱۲)

اس آیت مبارکہ میں من یخشیٰ سے مراد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں اور الاشقیٰ سے مراد اس درخت کا مالک منافق۔ (تفسیر روح البیان جلد دہم صفحہ ۴۰۸)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور احادیث کریمہ: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب میں بہت سی حدیثیں بھی وارد ہیں۔ ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت مرہ بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ زمانہ آئندہ میں ہونے والے فتنوں کا ذکر فرماتے رہے تھے کہ اتنے میں ایک صاحب سر پر کپڑا ڈالے ہوئے ادھر سے گذرے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ شخص اس روز ہدایت پر ہو گا۔ حضرت مرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ سے یہ الفاظ سن کر میں اٹھا اور اس شخص

Marfat.com

کی طرف گیا تو دیکھا کہ وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر میں نے حضور ﷺ کی طرف ان کا رخ کیا اور پوچھا کیا یہ شخص ان فتنوں میں ہدایت پر ہوں گے؟ تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہاں یہی۔

ترمذی شریف میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول مقبول ﷺ نے مستقبل میں ہونے والے فتنہ کا ذکر کیا تو ارشاد فرمایا کہ یہ شخص اس فتنہ میں ظلم سے قتل کیا جائے گا۔ یہ کہتے ہوئے آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ فرمایا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خدمت نبوی ﷺ میں

بخاری و مسلم میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ کے ایک باغ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھا کہ ایک صاحب آئے اور اس باغ کا دروازہ کھولنے کے لئے کہا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "دروازہ کھول دو اور آنے والے شخص کو جنت کی بشارت دو۔" میں نے دروازہ کھولا تو دیکھا وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں نے ان کو حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق جنت کی خوشخبری دی۔ اس پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اس کی حمد و ثنا کی۔ پھر ایک صاحب اور آئے اور انہوں نے دروازہ کھلوایا۔ حضور ﷺ نے انکے بارے میں بھی فرمایا۔ "ان کے لئے بھی دروازہ کھول دو اور ان کو بھی جنت کی بشارت دو" میں نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں نے ان کو رسول اللہ ﷺ کی خوشخبری سے مطلع کیا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور اس کا شکر ادا کیا۔ پھر ایک تیسرے صاحب نے دروازہ کھلوایا تو نبی کریم ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: "آنے والے کے لئے دروازہ کھول دو اور ان مصیبتوں پر جو اس شخص کو پہنچیں گی جنت کی خوشخبری دو۔" راوی حدیث حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں

Marfat.com

نے دروازہ کھولا تو دیکھا آنے والے شخص حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں نے ان کو آگاہ کیا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی، اس کا شکر ادا کیا اور فرمایا اللہ المستعان۔ یعنی آنے والی مصیبتوں پر اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی جاتی ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں

مسلم شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ:

"ایک روز رسول اللہ ﷺ اپنے مکان میں لیٹے ہوئے تھے اور آپ کی ران یا پنڈلی مبارک سے کپڑا ہٹا ہوا تھا۔ اتنے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے حاضری کی اجازت چاہی۔ حضور ﷺ نے ان کو بلالیا اور وہ اندر آگئے مگر حضور ﷺ اسی طرح لیٹے رہے اور گفتگو فرماتے رہے۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی آگئے۔ انہوں نے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ حضور ﷺ نے ان کو بھی اجازت دیدی اور وہ بھی اندر آگئے لیکن حضور ﷺ پھر بھی بدستور اس طرح لیٹے رہے یعنی ران یا پنڈلی سے کپڑا ہٹا رہا۔ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ آگئے اور اندر آنے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ اُٹھ گئے اور کپڑوں کو درست کرلیا۔ اس کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اندر آنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب یہ لوگ چلے گئے تو میں نے حضور ﷺ سے دریافت کیا۔ یارسول اللہ (ﷺ) کیا وجہ کہ میرے باپ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آئے تو آپ بدستور لیٹے رہے۔ پھر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ آئے مگر آپ بدستور لیٹے رہے اور جنبش نہیں فرمائی۔ لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ آئے تو آپ اُٹھکر بیٹھ گئے اور کپڑوں کو درست کرلیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس سوال کے جواب میں سرکار مدینہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا میں اس شخص سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔

سبحان اللہ! حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا درجہ کیا ہی بلند و بالا اور عظمت والا ہے کہ

Marfat.com

فرشتے آپ سے حیا کرتے ہیں یہانتک کہ سید الانبیائ، نبی الانبیاء جناب احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بھی آپ سے حیا فرماتے ہیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف سے بیعت

ترمذی شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مقام حدیبیہ میں بیعت رضوان کا حکم فرمایا اس وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے قاصد کی حیثیت سے مکہ معظّمہ گئے ہوئے تھے۔لوگوں نے حضور ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی۔جب سب لوگ بیعت کر چکے تو رسول مقبول ﷺ نے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کیطرف سے خود بیعت فرمائی۔لہٰذا رسول اللہ ﷺ کا مبارک ہاتھ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے لئے ان ہاتھوں سے بہتر ہے جنہوں نے اپنے ہاتھوں سے اپنے لئے بیعت کی۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان اشعۃ اللمعات میں اس حدیث کے تحت تحریر فرماتے ہیں کہ سرکار اقدس ﷺ نے اپنے دست مبارک کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دیا۔یہ وہ فضلیت ہے جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خاص ہے۔یعنی اس فضلیت سے ان کے سوا اور کوئی دوسرا اصحابی کبھی مشرف نہیں ہوا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ کی نصیحت

ترمذی شریف اور ابن ماجہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک روز حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے عثمان! اللہ تعالیٰ تجھ کو ایک قمیض پہنائے گا یعنی خلعت خلافت سے سرفراز فرمائے گا۔پھر اگر لوگ اس قمیض کے اتارنے کا تجھ سے مطالبہ کریں تو ان کی خواہش پر اس قمیض کو مت اتارنا یعنی خلافت کو نہ چھوڑنا۔اسی لئے جس روز ان کو شہید کیا گیا انہوں نے حضرت ابو سہلہ رضی اللہ

Marfat.com

عنہ سے فرمایا کہ حضور ﷺ نے مجھ کو خلافت کے بارے میں وصیت فرمائی تھی۔ اسی لئے میں اس وصیت پر قائم ہوں اور جو کچھ مجھ پر بیت رہی ہے اس پر صبر کر رہا ہوں۔

بئر رومہ کی خریداری

حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دو بار جنت خریدی ہے۔ ایک بار تو بیر رومہ خرید کر اور دوسری بار جیش عسرہ کے لئے سامان دے کر۔ بیر رومہ کی خریداری کا واقعہ یہ ہے کہ سرکار اقدس ﷺ مکہ معظمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو اس زمانہ میں وہاں بیر رومہ کے علاوہ اور کسی کنوئیں کا پانی میٹھا نہ تھا۔ یہ کنواں وادی عقیق کے کنارے ایک پر فضا باغ میں ہے جو مدینہ طیبہ سے تقریباً چار کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ اس کنوئیں کا مالک یہودی تھا جو اس کا پانی فروخت کیا کرتا تھا اور مسلمانوں کو پانی کی سخت تکلیف تھی تو رسول اللہ ﷺ کی ترغیب پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے آدھا کنواں بارہ ہزار درہم میں خرید کر مسلمانوں پر وقف کر دیا۔ اور طے یہ پایا کہ ایک روز مسلمان پانی بھرینگے اور دوسرے دن یہودی۔ مگر جب یہودی نے دیکھا کہ مسلمان ایک روز میں دو روز کا پانی بھر لیتے ہیں اور میرا پانی خاطر خواہ نہیں بکتا تو پریشان ہو کر بقیہ آدھا بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ آٹھ ہزار درہم میں بیچ دیا۔ اس کنوئیں کو آج کل بیر حضرت عثمان کہتے ہیں۔

خلافت کی ذمہ داریاں

آپ کی خلافت: حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب تاریخ الخلفاء میں تحریر فرماتے ہیں کہ زخمی ہونے کے بعد حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی طبیعت جب زیادہ ناساز ہوئی تو لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ یا امیر المومنین آپ ہمیں کچھ وصیتیں فرمائیے اور خلافت کے لئے کسی کا انتخاب فرما دیجئے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ خلافت کے لئے علاوہ ان چھ صحابہ کے جن سے رسول اللہ ﷺ

Marfat.com

راضی اور خوش رہ کر اس دنیا سے تشریف لے گئے ہیں میں کسی اور کو مستحق نہیں سمجھتا ہوں۔ پھر آپ نے حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبد الرحمن بن عوف اور حضرت سعد بن وقاص۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نام لئے اور فرمایا کہ میرے لڑکے عبد اللہ مجلس شوریٰ میں ان کے ساتھ رہیں گے لیکن خلافت سے انہیں کوئی سروکار نہیں ہوگا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ میں اپنے بعد خلیفہ ہونے والے کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے اور سب انصار و مہاجرین اور ساری رعایا کے ساتھ بھلائی سے پیش آتا رہے۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وصال ہوگیا اور لوگ ان کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہو گئے تو تین روز بعد خلیفہ کو منتخب کرنے کے لئے جمع ہوئے۔ حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے فرمایا کہ پہلے تین آدمی اپنا حق تین آدمیوں کو دیکر دست بردار ہوجائیں۔ لوگوں نے اس بات کی تائید کی تو حضرت زبیر، حضرت علی کو، حضرت سعد بن وقاص حضرت عبد الرحمن کو اور حضرت طلحہ حضرت عثمان کو اپنا حق دیکر دست بردار ہو گئے۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

یہ تینوں حضرات مشورہ کرنے کے لئے ایک طرف چلے گئے۔ وہاں حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اپنے لئے خلافت پسند نہیں کرتا اب آپ لوگوں میں سے بھی جو خلافت کی ذمہ داری سے دست بردار ہونا چاہے وہ بتادے اس لئے کہ جو بری ہوگا ہم خلافت اسی کے سپرد کریں گے اور جو شخص خلیفہ ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ حضور ﷺ کی امت میں سب سے افضل ہو اور اصلاح امت کی بہت خواہش رکھتا ہو۔ اس بات کے جواب میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ یعنی دونوں حضرات چپ رہے۔ تو حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اچھا آپ لوگ اس انتخاب کا کام ہمارے سپرد کردیں۔ قسم خدا کی میں آپ لوگوں میں سے بہتر

Marfat.com

اور افضل شخص کا انتخاب کروں گا۔ دونوں حضرات نے فرمایا کہ ہم لوگوں کو منظور ہے ہم انتخاب خلیفہ کا کام آپ کے سپرد کرتے ہیں۔

اب اس کے بعد حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لیکر ایک طرف گئے اور ان سے کہا کہ اے علی! آپ اسلام قبول کرنے میں سابقین اولین میں سے ہیں اور آپ رسول اللہ ﷺ کے قریبی عزیز ہیں۔ لہٰذا آپکو اگر خلیفہ مقرر کردوں تو آپ قبول فرمالیں اور اگر میں کسی دوسرے کو آپ پر خلیفہ مقرر کردوں تو اس کی اطاعت کریں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے منظور ہے۔

اس کے بعد حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو لیکر ایک طرف گئے اور ان سے بھی تنہائی میں اسی قسم کی گفتگو کی تو انہوں نے بھی دونوں باتوں کو تسلیم کرلیا۔ جب ان دونوں حضرات سے عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اس قسم کا عہدو پیان لے لیا تو اس کے بعد آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرلی اور ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی بیعت کرلی۔

تاریخ الخلفاء میں ابن عساکر کے حوالے سے ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بجائے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ اس لئے منتخب کیا کہ جو بھی صائب الرائے تنہائی میں ان سے ملتا وہ یہی مشورہ دیتا کہ خلافت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہی کو ملنی چاہے وہ اس کے لئے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ چنانچہ ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حمد وصلوٰۃ کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے فرمایا اے علی! میں نے سب لوگوں کی رائے معلوم کرلی ہے۔ خلافت کے بارے میں سب کی رائے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے لئے ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ میں سنت خدا، سنت رسول اللہ ﷺ اور دونوں خلفاء کی سنت پر آپ سے بیعت کرتا ہوں۔ اس طرح سب سے پہلے

Marfat.com

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے بیعت کی پھر تمام مہاجرین وانصار نے ان سے بیعت کی۔

مسند امام احمد میں حضرت ابووائل رضی اللہ عنہ سے اس طرح مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کیوں بیعت کی؟ انہوں نے فرمایا کہ اس میں میرا قصور نہیں ہے۔ میں نے پہلے حضرت علی ہی سے کہا کہ میں کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہم کی سنت پر آپ سے بیعت کرتا ہوں تو انہوں نے فرمایا کہ میں اس کی استطاعت نہیں رکھتا۔ اس کے بعد میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے اسی قسم کی گفتگو کی تو انہوں نے قبول کر لیا۔

(تاریخ الخلفاء)

غنیۃ الطالبین جو حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی تصنیف مشہور ہے۔ اس میں بھی یہی روایت مذکور ہے۔

آپ کے زمانہ خلافت کی فتوحات: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں بھی فتوحات کا دائرہ برابر وسیع ہوتا رہا۔ چنانچہ آپ کے زمانہ خلافت کے پہلے سال یعنی 24 ہجری میں "رے" فتح ہوا۔ رے خراسان کا ایک شہر ہے جو آجکل ایران کا دارالسلطنت ہے اور اسے تہران کہتے ہیں۔ 26 ہجری میں شہر سابور فتح ہوا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ملک شام کے گورنر تھے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کئی بار یہ درخواست پیش کی تھی کہ بحری بیڑا کے ذریعہ قبرص پر حملہ کی اجازت دی جائے مگر آپ نے اجازت نہ دی لیکن جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اصرار بہت زیادہ ہوا تو آپ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ آپ سمندر اور بادبانی جہازوں کی کیفیت مفصل طریقہ سے لکھ کر

Marfat.com

مجھے روانہ کرو۔ انہوں نے لکھا کہ میں نے بادبانی جہاز کو دیکھا ہے جو ایک بڑی مخلوق ہے اور اس پر چھوٹی مخلوق سوار ہوتی ہے۔ جب وہ جہاز ٹھہر جاتا ہے تو لوگوں کے دل پھٹنے لگتے ہیں اور جب وہ چلتا ہے تو عقلمند لوگ بھی خودزدہ ہو جاتے ہیں۔ اس میں اچھائیاں کم ہیں اور خرابیاں زیادہ ہیں۔ اس میں سفر کرنے والوں کی حیثیت کیڑے مکوڑوں جیسی ہے۔ اگر یہ سواری کسی طرف جھک جائے تو عموماً ڈوب جاتے ہیں اور اگر بچ جاتے ہیں تو اس حال میں ساحل تک پہنچتے ہیں کہ کانپتے رہتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا خط اس مضمون کا پڑھا تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ وَاللّٰہُ لَا اُحِلَّ فِیْہِ مُسْلِمًا اَبَدًا۔ یعنی قسم ہے اللہ کی میں ایسی سواری پر مسلمانوں کو کبھی سوار نہیں کر سکتا۔ (تاریخ الخلفاء)

اس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں قبرص پر مسلمانوں کا حملہ نہیں ہو سکا۔ لیکن جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت آیا تو ان کے حکم سے 27 ہجری میں جہاز کے ذریعہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے لشکر لیجا کر قبرص پر حملہ کیا۔ اس کو فتح کر لیا اور جزیہ لینے کی شرط منظور کر لی۔

جس لشکر نے بحری راستہ سے جا کر قبرص پر حملہ کیا تھا اس لشکر میں مشہور معروف صحابی حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اپنی اہلیہ محترمہ ام حرام بنت ملحان انصاریہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ موجود تھے۔ آپ کی بیوی جانور سے گر کر انتقال کر گئیں تو ان کو وہیں قبرص میں دفن کر دیا گیا۔ اس لشکر کے متعلق اللہ کے محبوب دانا خفایا وغیوب جناب محمد مصطفٰے ﷺ نے پیشین گوئی فرمائی تھی کہ عبادہ بن صامت کی بیوی بھی اس لشکر میں ہوگی اور قبرص ہی میں اس کی قبر بنے گی۔ چنانچہ یہ پیشین گوئی حرف بحرف صحیح ہوئی اور کیوں نہ ہو کہ ندی کا بہتا ہوا دھارا رک سکتا ہے درخت اپنی جگہ سے ہٹ سکتا ہے بلکہ بڑے سے بڑا پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ٹل سکتا ہے مگر اللہ کے محبوب پیارے مصطفٰے ﷺ کا فرمان نہیں ٹل سکتا۔

Marfat.com

اسی 27ھ میں جرجان اور دار بجرد فتح ہوئے اور اسی سال جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو مصر کا گورنر بنایا تو انہوں نے مصر پہنچ کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حکم سے افریقہ پر حملہ کیا اور اسکو فتح کر کے ساری سلطنتوں کو حکومت اسلامیہ میں شامل کر لیا۔ اس جنگ میں اس قدر مال غنیمت مسلمانوں کو حاصل ہوا کہ ہر سپاہی کو ایک ایک ہزار دینار اور بعض روایت کے مطابق تین تین ہزار دینار ملے۔ دینار ساڑھے چار ماشہ سونے کا ایک سکہ ہوتا ہے۔ اس فتح عظیم کے بعد اسی 27ھ میں اسپین یعنی ہسپانیہ بھی فتح ہو گیا اور 29ھ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حکم سے بعض دوسرے ممالک بھی فتح ہوئے۔ 30ھ میں جور، خراسان اور نیشاپور صلح کے ذریعہ فتح ہوئے۔ اسی طرح ملک ایران کے دوسرے شہر طوس، سرخس، مرد اور بیہق بھی صلح سے فتح ہوئے۔ اسقدر فتوحات سے جب بے شمار مال غنیمت ہر طرف سے دارالخلافت میں پہنچنے لگا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں اس فراخ دلی سے مال تقسیم فرمایا کہ ایک ایک شخص کو ایک ایک لاکھ بدرے ملے جبکہ ایک بدرہ دس ہزار درہم کا ہوتا ہے۔

(تاریخ الخلفاء)

شہادت: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ 35ھ 18 ذی الحجہ میں شہید ہوئے جبکہ آپ کی عمر بیاسی (82) سال کی تھی آپ کے جنازہ کی نماز حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور آپ حش کوکب کے مقام پر جنت البقیع میں دفن کیے گئے۔

زیادہ منافع لینے کا انوکھا انداز

ہر انسان فطری طور پر دولت سے محبت کرتا ہے۔ مستقبل کے لئے کچھ پس انداز کر رکھنا شرعاً درست ہے، صدقات وفطرات کے علاوہ اپنے مال سے انفاق فی سبیل اللہ کا بڑا اجر وثواب ہے اور جو دولت اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کی جائے، اللہ تعالیٰ اُس کا اجر کئی سو گنا بڑھا کر عطا فرماتا ہے۔

Marfat.com

سورۂ بقرہ کی آیت 261 تا 266 صدقہ خیرات کی ترغیب دلائی گئی ہے، ایک جگہ ارشاد فرمایا: ترجمہ: ''جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس دانے کی طرح ہے، جس نے سات ایسے خوشے اُگائے کہ ہر خوشے میں سو دانے ہیں اور اللہ جس کے لیے چاہے ان کو دگنا کر دیتا ہے اور اللہ بڑی وسعت والا بہت علم والا ہے،'' (البقرہ: 261)''۔ صحابہ کرام کی زندگیاں صدق و اخلاص، وفاشعاری و جاں نثاری کا عملی اظہار ہیں۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنا تمام مال راہِ خدا میں لٹا دیتے ہیں اور اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی رضا کو اپنی متاعِ حیات کا بیش بہا خزانہ بنا لیتے ہیں، یہی جذبہ حضرت عمر فاروق و حضرت علی رضی اللہ عنہما کی زندگی میں نظر آتا ہے لیکن حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہر مشکل موقع پر اسلام اور عظمتِ اسلام کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرتے نظر آتے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو صدق و وفا کا پیکر تھے اور راہِ خدا میں اپنا مال بے دریغ لٹاتے رہے، ان آیاتِ قرآنی کی عملی تفسیر ہیں۔ مدینہ منورہ میں جب قحط پڑا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنا تمام مال صدقہ کر دیا: ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں (مدینہ میں) قحط پڑا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم صبح نہیں کرو گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تم پر (رزق) کشادہ فرما دے گا۔

اگلے دن صبح یہ خبر ملی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار اونٹ گندم اور اشیائے خوراک کے منگوائے ہیں، آپ نے فرمایا: مدینے کے تاجر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا، آپ گھر سے باہر تشریف لائے، اس حال میں کہ چادر آپ کے کاندھوں پر تھی اور اُس کے دونوں سرے مخالف سمت میں کاندھے پر ڈالے ہوئے تھے۔ آپ نے مدینے کے تاجروں سے پوچھا کہ تم لوگ کس لئے آئے ہو؟، کہنے لگے:

Marfat.com

ہمیں خبر پہنچی ہے کہ آپ کے پاس ایک ہزار اونٹ غلے کے آئے ہیں، آپ اُنہیں ہمارے ہاتھ فروخت کر دیجیے تا کہ ہم مدینے کے فقراء پر آسانی کریں، آپ نے فرمایا: اندر آؤ، پس وہ اندر داخل ہوئے، تو ایک ہزار تھیلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر میں رکھے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا: اگر میں تمہارے ہاتھ فروخت کروں، تم مجھے کتنا منافع دو گے؟۔

اُنہوں نے کہا: دس پر بارہ، آپ نے فرمایا: کچھ اور بڑھاؤ، اُنہوں نے کہا دس پر چودہ، آپ نے فرمایا: اور بڑھاؤ، اُنہوں نے کہا: دس پر پندرہ، آپ نے فرمایا: اور بڑھاؤ، اُنہوں نے کہا: اِس سے زیادہ کون دے گا، جبکہ ہم مدینے کے تاجر ہیں۔ آپ نے فرمایا: اور بڑھاؤ، ہر درہم پر دس درہم تمہارے لیے زیادہ ہیں۔

اُنہوں نے کہا: نہیں، پھر آپ نے فرمایا: اے گروہِ تجار تم گواہ ہو جاؤ کہ (یہ تمام مال) میں نے مدینہ کے فقراء پر صدقہ کر دیا۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ رات گزری رسول اللہ ﷺ میرے خواب میں تشریف لائے، آپ ﷺ سیاہی مائل سفید سواری پر تشریف فرما تھے، آپ جلدی میں تھے اور آپ کے دست مبارک میں ایک قندیل تھی جس سے روشنی نور کی طرح پھوٹ رہی تھی، نعلین مبارک کے تسموں سے نور پھوٹ رہا تھا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میری ماں باپ آپ پر قربان میری رغبت آپ ﷺ کی جانب بڑھ رہی ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ عثمان کی اُس نیکی کا بدلہ ہے جو اُس نے ایک ہزار اونٹ اللہ کی راہ میں صدقہ کیے اور اللہ تعالیٰ نے اُسے قبول فرمایا اور اُس کا نکاح جنت کی ایک حور سے فرما دیا اور میں عثمان کی خوشیوں میں شریک ہونے جا رہا ہوں"۔ (ازالۃ الخفا، جلد 2، ص: 224)

غزوۂ تبوک کا سبب

عرب کا غسانی خاندان جو قیصر روم کے زیر اثر ملک شام پر حکومت کرتا تھا چونکہ وہ عیسائی تھا اس لیے قیصر روم نے اس کو اپنا آلہ کار بنا کر مدینہ پر فوج کشی کا عزم کر لیا۔ چنانچہ

Marfat.com

ملک شام کے جو سوداگر روغن زیتون بیچنے مدینہ آیا کرتے تھے۔ انہوں نے خبر دی کہ قیصر روم کی حکومت نے ملکِ شام میں بہت بڑی فوج جمع کر دی ہے۔ اور اس فوج میں رومیوں کے علاوہ قبائل لخم وجذام اور غسان کے تمام عرب بھی شامل ہیں۔ ان خبروں کا تمام عرب میں ہر طرف چرچا تھا اور رومیوں کی اسلام دشمنی کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں تھی اس لیے ان خبروں کو غلط سمجھ کر نظر انداز کر دینے کی بھی کوئی وجہ نہیں تھی۔ اس لیے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی فوج کی تیاری کا حکم دے دیا۔

لیکن جیسا کہ ہم تحریر کر چکے ہیں کہ اس وقت حجازِ مقدس میں شدید قحط تھا اور بے پناہ شدت کی گرمی پڑ رہی تھی ان وجوہات سے لوگوں کو گھر سے نکلنا شاق گزر رہا تھا۔ مدینہ کے منافقین جن کے نفاق کا بھانڈا پھوٹ چکا تھا وہ خود بھی فوج میں شامل ہونے سے جی چراتے تھے اور دوسروں کو بھی منع کرتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود تیس ہزار کا لشکر جمع ہو گیا۔ مگر ان تمام مجاہدین کے لیے سواریوں اور سامان جنگ کا انتظام کرنا ایک بڑا ہی کٹھن مرحلہ تھا کیونکہ لوگ قحط کی وجہ سے انتہائی مفلوک الحال اور پریشان تھے۔ اس لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمام قبائل عرب سے فوجیں اور مالی امداد طلب فرمائی۔ اس طرح اسلام میں کسی کارِ خیر کے لیے چندہ کرنے کی سنت قائم ہوئی۔

فہرست چندہ دہندگان

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا سارا مال اور گھر کا تمام اثاثہ یہاں تک کہ بدن کے کپڑے بھی لا کر بارگاہ نبوت میں پیش کر دیئے۔ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا آدھا مال اس چندہ میں دے دیا۔ منقول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اپنا نصف مال لے کر بارگاہ اقدس میں چلے تو اپنے دل میں یہ خیال کر کے چلے تھے کہ آج میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سبقت لے جاؤں گا کیونکہ اس دن کاشانۂ فاروق میں اتفاق سے بہت زیادہ مال تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ

Marfat.com

وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرمایا کہ اے عمر! کتنا مال یہاں لائے اور کس قدر گھر پر چھوڑا؟ عرض کیا کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آدھا مال حاضر خدمت ہے اور آدھا مال اہل وعیال کے لئے گھر میں چھوڑ دیا ہے اور جب یہی سوال اپنے یار غار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا تو انہوں نے عرض کیا کہ اِدَّخَرْتُ اللہَ وَ رَسُوْلَہٗ میں نے اللہ اور اس کے رسول کو اپنے گھر کا ذخیرہ بنا دیا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مَا بَیْنَکُمَا مَا بَیْنَ کَلِمَتَیْکُمَا تم دونوں میں اتنا ہی فرق ہے جتنا تم دونوں کے کلاموں میں فرق ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ہزار اونٹ اور ستر گھوڑے مجاہدین کی سواری کے لئے اور ایک ہزار اشرفی فوج کے اخراجات کی مد میں اپنی آستین میں بھر کر لائے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آغوش مبارک میں بکھیر دیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو قبول فرما کر یہ دعا فرمائی کہ اَللّٰھُمَّ ارْضِ عَنْ عُثْمَانَ فَاِنِّیْ عَنْہُ رَاضٍ اے اللہ تو عثمان سے راضی ہو جا کیونکہ میں اس سے خوش ہو گیا ہوں۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چالیس ہزار درہم دیا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میرے گھر میں اس وقت اسی ہزار درہم تھے۔ آدھا بارگاہ اقدس میں لایا ہوں اور آدھا گھر پر بال بچوں کے لئے چھوڑ آیا ہوں۔ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس میں بھی برکت دے جو تم لائے اور اس میں بھی برکت عطا فرمائے جو تم نے گھر پر رکھا۔ اس دعاء نبوی کا یہ اثر ہوا کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت زیادہ مالدار ہو گئے۔

اسی طرح تمام انصار و مہاجرین نے حسب توفیق اس چندہ میں حصہ لیا۔ عورتوں نے اپنے زیورات اتار اتار کر بارگاہ نبوت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔

حضرت عاصم بن عدی انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کئی من کھجوریں دیں۔ اور

Marfat.com

حضرت ابو عقیل انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بہت ہی مفلس تھے فقط ایک صاع کھجور لے کر حاضر خدمت ہوئے اور گزارش کی کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں نے دن بھر پانی بھر بھر کر مزدوری کی تو دو صاع کھجوریں مجھے مزدوری میں ملی ہیں۔ ایک صاع اہل وعیال کو دے دی ہے اور یہ ایک صاع حاضر خدمت ہے۔ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قلب نازک اپنے ایک مفلس جاں نثار کے اس نذرانہ خلوص سے بیحد متاثر ہوا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کھجور کو تمام مالوں کے اوپر رکھ دیا۔

(مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۳۴۵ تا ص ۳۴۶)

فوج کی تیاری

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اب تک یہ طریقہ تھا کہ غزوات کے معاملہ میں بہت زیادہ رازداری کے ساتھ تیاری فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ عساکر اسلامیہ کو عین وقت تک یہ بھی نہ معلوم ہوتا تھا کہ کہاں اور کس طرف جانا ہے؟ مگر جنگ تبوک کے موقع پر سب کچھ انتظام علانیہ طور پر کیا اور یہ بھی بتا دیا کہ تبوک چلنا ہے اور قیصر روم کی فوجوں سے جہاد کرنا ہے تاکہ لوگ زیادہ سے زیادہ تیاری کر لیں۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جیسا کہ لکھا جا چکا دل کھول کر چندہ دیا مگر پھر بھی پوری فوج کے لئے سواریوں کا انتظام نہ ہو سکا۔ چنانچہ بہت سے جانباز مسلمان اسی بنا پر اس جہاد میں شریک نہ ہو سکے کہ ان کے پاس سفر کا سامان نہیں تھا یہ لوگ دربار رسالت میں سواری طلب کرنے کے لئے حاضر ہوئے مگر جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس سواری نہیں ہے تو یہ لوگ اپنی بے سروسامانی پر اس طرح بلبلا کر روئے کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کی آہ وزاری اور بے قراری پر رحم آ گیا۔ چنانچہ قرآن مجید گواہ ہے کہ

وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَاۤ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَاۤ اَجِدُ مَاۤ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَّ

Marfat.com

اَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ (سورۃ التوبہ)

اور نہ ان لوگوں پر کچھ حرج ہے کہ وہ جب (اے رسول) آپ کے پاس آئے کہ ہم کو سواری دیجئے اور آپ نے کہا کہ میرے پاس کوئی چیز نہیں جس پر تمہیں سوار کروں تو وہ واپس گئے اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے کہ افسوس ہمارے پاس خرچ نہیں ہے۔

تبوک کو روانگی

بہر حال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیس ہزار کا لشکر ساتھ لے کر تبوک کے لئے روانہ ہوئے اور مدینہ کا نظم و نسق چلانے کے لئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا خلیفہ بنایا۔ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت ہی حسرت و افسوس کے ساتھ عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ کر خود جہاد کے لئے تشریف لئے جا رہے ہیں تو ارشاد فرمایا کہ

اَلَا تَرْضٰی اَنْ تَكُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اِلَّا اَنَّهٗ لَيْسَ نَبِیٌّ بَعْدِیْ

(بخاری ج ۲ ص ۶۳۳ غزوۃ تبوک)۔

کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم کو مجھ سے وہ نسبت ہے جو حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

یعنی جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر جاتے وقت حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنی امت بنی اسرائیل کی دیکھ بھال کے لئے اپنا خلیفہ بنا کر گئے تھے اسی طرح میں تم کو اپنی امت سونپ کر جہاد کے لئے جا رہا ہوں۔

مدینہ سے چل کر مقام "ثنیۃ الوداع" میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیام فرمایا۔ پھر فوج کا جائزہ لیا اور فوج کا مقدمہ، میمنہ، میسرہ وغیرہ مرتب فرمایا۔ پھر وہاں سے کوچ کیا۔ منافقین قسم کے جھوٹے عذر اور بہانے بنا کر رہ گئے اور مخلص مسلمانوں میں سے بھی چند حضرات رہ گئے ان میں یہ حضرات تھے، کعب بن مالک، ہلال بن امیہ، مرارہ بن ربیع،

Marfat.com

ابوخیثمہ، ابوذرغفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ان میں سے ابوخیثمہ اور ابوذرغفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما تو بعد میں جا کر شریک جہاد ہو گئے لیکن تین اول الذکر نہیں گئے۔

حضرت ابوذرغفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے رہ جانے کا سبب یہ ہوا کہ ان کا اونٹ بہت ہی کمزور اور تھکا ہوا تھا۔ انہوں نے اس کو چند دن چارہ کھلایا تا کہ وہ چنگا ہو جائے۔ جب روانہ ہوئے تو وہ پھر راستہ میں تھک گیا۔ مجبوراً وہ اپنا سامان اپنی پیٹھ پر لاد کر چل پڑے اور اسلامی لشکر میں شامل ہو گئے۔ (زرقانی ج ۳ ص ۷۱)

حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جانے کا ارادہ نہیں رکھتے تھے مگر وہ ایک دن شدید گرمی میں کہیں باہر سے آئے تو ان کی بیوی نے چھپر میں چھڑکاؤ کر رکھا تھا۔ تھوڑی دیر اس سایہ دار اور ٹھنڈی جگہ میں بیٹھے پھر ناگہاں ان کے دل میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خیال آ گیا۔ اپنی بیوی سے کہا کہ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ میں تو اپنی چھپر میں ٹھنڈک اور سایہ میں آرام و چین سے بیٹھا رہوں اور خدا عزوجل کے مقدس رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس دھوپ کی تمازت اور شدید لو کے تھپیڑوں میں سفر کرتے ہوئے جہاد کے لئے تشریف لے جا رہے ہوں ایک دم ان پر ایسی ایمانی غیرت سوار ہو گئی کہ توشہ کے لئے کھجور لے کر ایک اونٹ پر سوار ہو گئے اور تیزی کے ساتھ سفر کرتے ہوئے روانہ ہو گئے۔ لشکر والوں نے دور سے ایک شتر سوار کو دیکھا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوخیثمہ ہوں گے اس طرح یہ بھی لشکر اسلام میں پہنچ گئے۔ (زرقانی ج ۳ ص ۷۱)

راستے میں قوم عاد و ثمود کی وہ بستیاں ملیں جو قہر الٰہی کے عذابوں سے الٹ پلٹ کر دی گئی تھیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ یہ وہ جگہیں ہیں جہاں خدا کا عذاب نازل ہو چکا ہے اس لئے کوئی شخص یہاں قیام نہ کرے بلکہ نہایت تیزی کے ساتھ سب لوگ یہاں سے سفر کر کے ان عذاب کی وادیوں سے جلد باہر نکل جائیں اور کوئی یہاں کا پانی نہ پیئے اور نہ کسی کام میں لائے۔

Marfat.com

اس غزوہ میں پانی کی قلت، شدید گرمی، سواریوں کی کمی سے مجاہدین نے بے حد تکلیف اٹھائی مگر منزل مقصود پر پہنچ کر ہی دم لیا۔

راستے کے چند معجزات

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ وہ سب سے الگ الگ چل رہے ہیں۔ تو ارشاد فرمایا کہ یہ سب سے الگ ہی چلیں گے اور الگ ہی زندگی گزاریں گے اور الگ ہی وفات پائیں گے۔ چنانچہ ٹھیک ایسا ہی ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت میں ان کو حکم دے دیا کہ آپ "ربذہ" میں رہیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ربذہ میں اپنی بیوی اور غلام کے ساتھ رہنے لگے۔ جب وفات کا وقت آیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم دونوں مجھ کو غسل دے کر اور کفن پہنا کر راستہ میں رکھ دینا۔ جب شتر سواروں کا پہلا گروہ میرے جنازہ کے پاس سے گزرے تو تم لوگ اس سے کہنا کہ یہ ابوذر غفاری کا جنازہ ہے ان پر نماز پڑھ کر ان کو دفن کرنے میں ہماری مدد کرو۔ خدا عزوجل کی شان کہ سب سے پہلا جو قافلہ گزرا اس میں حضرت عبداللہ بن مسعود صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ سنا کہ یہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ ہے۔ تو انہوں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن پڑھا اور قافلہ کو روک کر اتر پڑے اور کہا کہ بالکل سچ فرمایا تھا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ "اے ابوذر! تو تنہا چلے گا، تنہا مرے گا، تنہا قبر سے اُٹھے گا۔" پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور قافلہ والوں نے ان کو پورے اعزاز کے ساتھ دفن کیا۔ (سیرت ابن ہشام ج ۴ ص ۵۲۴ و زرقانی ج ۳ ص ۷۴)

بعض روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ ان کی بیوی کے پاس کفن کے لئے کپڑا نہیں تھا تو آنے والے لوگوں میں سے ایک انصاری نے کفن کے لئے کپڑا دیا اور نماز جنازہ پڑھ کر دفن کیا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

Marfat.com

ہوا اڑا لے گئی

جب اسلامی لشکر مقام "حجر" میں پہنچا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ کوئی شخص اکیلا لشکر سے باہر کہیں دور نہ چلا جائے پورے لشکر نے اس حکم نبوی کی اطاعت کی مگر قبیلہ بنو ساعدہ کے دو آدمیوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کو نہیں مانا۔ ایک شخص اکیلا ہی رفع حاجت کے لئے لشکر سے دور چلا گیا وہ بیٹھا ہی تھا کہ دفعۃً کسی نے اس کا گلا گھونٹ دیا اور وہ اسی جگہ مر گیا اور دوسرا شخص اپنا اونٹ پکڑنے کے لئے اکیلا ہی لشکر سے کچھ دور چلا گیا تو نا گہاں ایک ہوا کا جھونکا آیا اور اس کو اڑا کر قبیلہ "طی" کے دونوں پہاڑوں کے درمیان پھینک دیا اور وہ ہلاک ہو گیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دونوں کا انجام سن کر فرمایا کہ کیا میں نے تم لوگوں کو منع نہیں کر دیا تھا؟ (زرقانی ج ۳ ص ۷۳)

گمشدہ اونٹنی کہاں ہے؟

ایک منزل پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اونٹنی کہیں چلی گئی اور لوگ اس کی تلاش میں سرگرداں پھرنے لگے تو ایک منافق جس کا نام "زید بن لصیت" تھا کہنے لگا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کہتے ہیں کہ میں اللہ کا نبی ہوں اور میرے پاس آسمان کی خبریں آتی ہیں مگر ان کو یہ پتا ہی نہیں ہے کہ ان کی اونٹنی کہاں ہے؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا کہ ایک شخص ایسا ایسا کہتا ہے حالانکہ خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ کے بتا دینے سے میں خوب جانتا ہوں کہ میری اونٹنی کہاں ہے؟ وہ فلاں گھاٹی میں ہے اور ایک درخت میں اس کی مہار کی رسی اُلجھ گئی ہے۔ تم لوگ جاؤ اور اس اونٹنی کو میرے پاس لے کر آ جاؤ۔ جب لوگ اس جگہ گئے تو ٹھیک ایسا ہی دیکھا کہ اسی گھاٹی میں وہ اونٹنی کھڑی ہے اور اس کی مہار ایک درخت کی شاخ میں الجھی ہوئی ہے۔ (زرقانی ج ۳ ص ۷۵)

تبوک کا چشمہ

جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تبوک کے قریب میں پہنچے تو ارشاد فرمایا کہ ان

Marfat.com

شاء اللہ تعالیٰ کل تم لوگ تبوک کے چشمہ پر پہنچو گے اور سورج بلند ہونے کے بعد پہنچو گے لیکن کوئی شخص وہاں پہنچے تو پانی کو ہاتھ نہ لگائے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب وہاں پہنچے تو جوتے کے تسمے کے برابر اس میں ایک پانی کی دھار بہہ رہی تھی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس میں سے تھوڑا سا پانی منگا کر ہاتھ منہ دھویا اور اس پانی میں کلی فرمائی۔ پھر حکم دیا کہ اس پانی کو چشمہ میں انڈیل دو۔ لوگوں نے جب اس پانی کو چشمہ میں ڈالا تو چشمہ سے زوردار پانی کی موٹی دھار بہنے لگی اور تیس ہزار کا لشکر اور تمام جانور اس چشمہ کے پانی سے سیراب ہو گئے۔ (زرقانی ج ۳ ص ۷۶)

رومی لشکر ڈر گیا

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تبوک میں پہنچ کر لشکر کو پڑاؤ کا حکم دیا۔ مگر دور دور تک رومی لشکروں کا کوئی پتا نہیں چلا۔ واقعہ یہ ہوا کہ جب رومیوں کے جاسوسوں نے قیصر کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیس ہزار کا لشکر لے کر تبوک میں آرہے ہیں تو رومیوں کے دلوں پر اس قدر ہیبت چھا گئی کہ وہ جنگ سے ہمت ہار گئے اور اپنے گھروں سے باہر نہ نکل سکے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیس دن تبوک میں قیام فرمایا اور اطراف و جوانب میں افواج الٰہی کا جلال دکھا کر اور کفار کے دلوں پر اسلام کا رعب بٹھا کر مدینہ واپس تشریف لائے اور تبوک میں کوئی جنگ نہیں ہوئی۔

اسی سفر میں "یلہ" کا سردار جس کا نام "یحنہ" تھا بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور جزیہ دینا قبول کرلیا اور ایک سفید خچر بھی دربار رسالت میں نذر کیا جس کے صلہ میں تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو اپنی چادر مبارک عنایت فرمائی اور اس کو ایک دستاویز تحریر فرما کر عطا فرمائی کہ وہ اپنے گردوپیش کے سمندر سے ہر قسم کے فوائد حاصل کرتا رہے۔

(بخاری ج ۱ ص ۴۴۸)

Marfat.com

اسی طرح ''جرباء'' اور ''اذرح'' کے عیسائیوں نے بھی حاضر خدمت ہو کر جزیہ دینے پر رضامندی ظاہر کی۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک سو بیس سواروں کے ساتھ ''دومۃ الجندل'' کے بادشاہ ''اکیدر بن عبدالملک'' کی طرف روانہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ وہ رات میں نیل گائے کا شکار کر رہا ہو گا تم اس کے پاس پہنچو تو اس کو قتل مت کرنا بلکہ اس کو زندہ گرفتار کر کے میرے پاس لانا۔ چنانچہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چاندنی رات میں اکیدر اور اس کے بھائی حسان کو شکار کرتے ہوئے پالیا۔ حسان نے چونکہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنگ شروع کر دی۔ اس لئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو تو قتل کر دیا مگر اکیدر کو گرفتار کر لیا اور اس شرط پر اس کو رہا کیا کہ وہ مدینہ بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر صلح کرے۔ چنانچہ وہ مدینہ آیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو امان دی۔ (زرقانی ج ۳ ص ۷۷ وص ۷۸)

اس غزوہ میں جو لوگ غیر حاضر رہے ان میں اکثر منافقین تھے۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تبوک سے مدینہ واپس آئے اور مسجد نبوی میں نزول اجلال فرمایا تو منافقین قسمیں کھا کھا کر اپنا اپنا عذر بیان کرنے لگے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی سے کوئی مواخذہ نہیں فرمایا لیکن تین مخلص صحابیوں حضرت کعب بن مالک و ہلال بن امیہ و مرارہ بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا پچاس دنوں تک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بائیکاٹ فرمادیا۔ پھر ان تینوں کی توبہ قبول ہوئی اور ان لوگوں کے بارے میں قرآن کی آیت نازل ہوئی۔ (اس کا مفصل ایک وعظ ہم نے اپنی کتاب ''عرفانی تقریریں'' میں لکھ دیا ہے۔)

(بخاری ج ۲ ص ۶۳۴ تا ص ۶۳۷ حدیث کعب بن مالک)

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ کے قریب پہنچے اور اُحد پہاڑ کو دیکھا تو فرمایا کہ هٰذَا اُحُدٌ جَبَلٌ یُحِبُّنَا وَ نُحِبُّهٗ یہ اُحد ہے۔ یہ ایسا پہاڑ ہے کہ یہ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم

Marfat.com

اس سے محبت کرتے ہیں۔

جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ کی سرزمین میں قدم رکھا تو عورتیں، بچے اور لونڈی غلام سب استقبال کے لئے نکل پڑے اور استقبالیہ نظمیں پڑھتے ہوئے آپ کے ساتھ مسجد نبوی تک آئے۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد نبوی میں دو رکعت نماز پڑھ کر تشریف فرما ہو گئے۔ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی مدح میں ایک قصیدہ پڑھا اور اہل مدینہ نے بخیر و عافیت اس دشوار گزار سفر سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر انتہائی مسرت و شادمانی کا اظہار کیا اور ان منافقین کے بارے میں جو جھوٹے بہانے بنا کر اس جہاد میں شریک نہیں ہوئے تھے اور بارگاہ نبوت میں قسمیں کھا کھا کر عذر پیش کر رہے تھے قہر و غضب میں بھری ہوئی قرآن مجید کی آیتیں نازل ہوئیں اور ان منافقوں کے نفاق کا پردہ چاک ہو گیا۔

ذوالبجادین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر

غزوۂ تبوک میں بجز ایک حضرت ذوالبجادین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نہ کسی صحابی کی شہادت ہوئی نہ وفات۔ حضرت ذوالبجادین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کون تھے؟ اور ان کی وفات اور دفن کا کیسا منظر تھا؟ یہ ایک بہت ہی ذوق آفریں اور لذیذ حکایت ہے۔ یہ قبیلہ مزینہ کے ایک یتیم تھے اور اپنے چچا کی پرورش میں تھے۔ جب یہ سن شعور کو پہنچے اور اسلام کا چرچا سنا تو ان کے دل میں بت پرستی سے نفرت اور اسلام قبول کرنے کا جذبہ پیدا ہوا۔ مگر ان کا چچا بہت ہی کٹر کافر تھا۔ اس کے خوف سے یہ اسلام قبول نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن فتح مکہ کے بعد جب لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے لگے تو انہوں نے اپنے چچا کو ترغیب دی کہ تم بھی دامن اسلام میں آجاؤ کیونکہ میں قبول اسلام کے لئے بہت ہی بے قرار ہوں۔ یہ سن کر ان کے چچا نے ان کو برہنہ کر کے گھر سے نکال دیا۔ انہوں نے اپنی والدہ سے ایک کمبل مانگ کر اس کو دو ٹکڑے کر کے آدھے کو تہبند اور آدھے کو چادر بنا لیا اور اسی لباس میں ہجرت

Marfat.com

کر کے مدینہ پہنچ گئے۔ رات بھر مسجد نبوی میں ٹھہرے رہے۔ نماز فجر کے وقت جب جمالِ محمدی کے انوار سے ان کی آنکھیں منور ہوئیں تو کلمہ پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا نام دریافت فرمایا تو انہوں نے اپنا نام عبدالعزیٰ بتا دیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج سے تمہارا نام عبداللہ اور لقب ذوالبجادین (دوکمبلوں والا) ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان پر بہت کرم فرماتے تھے اور یہ مسجد نبوی میں اصحاب صفہ کی جماعت کے ساتھ رہنے لگے اور نہایت بلند آواز سے ذوق وشوق کے ساتھ قرآن مجید پڑھا کرتے تھے۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنگ تبوک کے لئے روانہ ہوئے تو یہ بھی مجاہدین میں شامل ہو کر چل پڑے اور بڑے ہی ذوق وشوق اور انتہائی اشتیاق کے ساتھ درخواست کی کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) دعا فرمایئے کہ مجھے خدا کی راہ میں شہادت نصیب ہو جائے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کسی درخت کی چھال لاؤ۔ وہ تھوڑی سی ببول کی چھال لائے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے بازو پر وہ چھال باندھ دی اور دعا کی کہ اے اللہ! میں نے اس کے خون کو کفار پر حرام کر دیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میرا مقصد تو شہادت ہی ہے۔ ارشاد فرمایا کہ جب تم جہاد کے لئے نکلے ہو تو اگر بخار میں بھی مرو گے جب بھی تم شہید ہی ہو گے۔ خدا عزوجل کی شان کہ جب حضرت ذوالبجادین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تبوک میں پہنچے تو بخار میں مبتلا ہو گئے اور اسی بخار میں ان کی وفات ہو گئی۔

حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ان کے دفن کا عجیب منظر تھا کہ حضرت بلال مؤذن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہاتھ میں چراغ لئے ان کی قبر کے پاس کھڑے تھے اور خود بہ نفس نفیس حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی قبر میں اترے اور حضرت ابوبکر صدیق وحضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حکم دیا کہ تم دونوں اپنے اسلامی بھائی کی لاش کو اٹھاؤ۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو اپنے دستِ مبارک سے لحد

Marfat.com

میں سلایا اور خود ہی قبر کو کچی اینٹوں سے بند فرمایا اور پھر یہ دعا مانگی کہ یا اللہ! میں ذوالبجادین سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ذوالبجادین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دفن کا یہ منظر دیکھا تو بے اختیار ان کے منہ سے نکلا کہ کاش! ذوالبجادین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جگہ یہ میری میت ہوتی۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۳۵۰ و ص ۳۵۱)

ہر سال حج کرتے

حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں ہر سال حج کرتے تھے۔ دوران حج جو بھی اخراجات اٹھتے وہ سب کے سب آپ اپنی ذاتی جیب سے ادا کرتے تھے اور بیت المال پر اس کا کوئی بوجھ نہ ڈالتے۔ پورے موسم حج میں تمام آنے والے حجاج کرام کو کھانا خود اپنی طرف سے کھلاتے تھے۔ ذرا غور کریں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے حجۃ الوداع کے موقعہ پر حضور ﷺ کے ساتھ ایک لاکھ کے قریب حجاج نے حج کیا تھا۔ آپ ﷺ کی رحلت کے بعد اور حضرت عثمان کے دور آخر تک تیس سال کے عرصہ میں حجاج کی تعداد میں کتنا اضافہ ہو گیا ہوگا اور ہر سال کتنے حاجی حج کے لیے جاتے ہوں گے اور ان تمام لوگوں کی مکمل ضیافت امیر المومنین کے ذاتی جیب سے ہو رہی ہوتی۔ یقیناً لَا نُرِيْدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَّلَا شُكُورًا کا عملی مظاہرہ تھا۔ آپ خلیفۃ المسلمین تھے اور آپ کو کسی سے کوئی غرض تو تھی نہیں اس لیے آپ جو بھی کر رہے تھے اور اس مد میں جتنے عظیم اخراجات ہو رہے تھے آپ کی ذاتی جیب سے ہو رہے تھے۔ فی سبیل اللہ ہو رہے تھے۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس طرح کے کتنے سخی دنیا میں گذرے ہیں جو دونوں ہاتھوں سے اپنی دولت اللہ کی راہ میں اللہ کی خوشنودی کے لیے لٹاتے رہے ہوں گے۔ مگر ہمارے اسلاف میں سے حضرت ذوالنورین نے جو تاریخ اس سلسلہ میں رقم کی ہے میرا یقین راسخ ہے کہ ایسا کچھ پچھلے پندرہ سو برسوں میں شاید کسی نے نہیں کیا ہوگا۔ اللہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے درجات میں

Marfat.com

اضافہ کرے۔ آپ نے رہتی دنیا تک کے لیے قرآن کریم کے اس دعوے کی عملی تفسیر کرادی کہ اللہ کے راستے میں خرچ کی ہوئی رقم اور مال اللہ کے وعدے کے مطابق بڑھا چڑھا کر واپس کردی جاتی ہے۔ آپ کے فیض کا دریا آج بھی جاری وساری ہے۔ آپ کا خرچ کیا ہوا مال اور اس سے بنایا ہوا اثاثہ آج پندرہ سو سال کے بعد بھی عوم الناس کے لیے اتنا ہی سودمند اور فیض مند ہے جیسا آپ کے دور میں تھا۔

تین مرتبہ جنت خریدی

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنی دولت سے اسلام کی جس طرح مدد کی اس کے مظاہر اور بھی زیادہ دل پذیر اور ایمان افروز ہیں۔ آپ فرماتے تھے کہ میں وہ ہوں جس نے سید الکونین نبی الاکرم صادق الوعد ﷺ کے ہاتھوں سے تین مرتبہ جنت خریدی ہے۔ ان اعمال کی تمام تفصیل تاریخ کی کتابوں اور سیرت خلیفہ ثالث میں موجود ہیں۔ جب مسلمان ہجرت کر کے مدینہ المنورہ پہنچے تو وہاں ایک کنواں بئر رومہ نامی تھا جس کا پانی اچھا اور میٹھا تھا ایک یہودی کی ملکیت میں تھا جو مہنگے داموں پانی بیچتا تھا۔ مسلمانوں کو پانی کی شدید قلت بھی تھی تو حضور اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو ترغیب دی کہ جو اس کنویں کو خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کردے اس کے لیے جنت ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کون سبقت کرسکتا تھا۔ آپ فوراً اس یہودی کے پاس پہنچے اور اس سے سودا کرنا چاہا مگر یہودی بیچنے کو تیار نہ ہوا تو آپ نے اس سے انتہائی مہنگے داموں آدھے کنویں کا سودا کرلیا اور طے یہ پایا کہ ایک دن پانی وہ نکالے گا اور ایک دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس کا پانی نکالیں گے۔ حضرت عثمان نے اپنی باری مسلمانوں کے لیے وقف کردی۔ مسلمان اپنی باری پر خوب پانی نکالتے تو یہودی کو اس پانی کا کوئی پیسہ نہ ملتا۔ اس کو نقصان کا اندازہ ہوا تو اس نے اپنا آدھا کنواں بیچنے کا عندیہ ظاہر کیا اور حضرت عثمان نے باقی آدھا کنواں بھی خرید لیا اور سارے کا سارا پانی مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا۔ رسول اکرم ﷺ بہت خوش

Marfat.com

ہوئے اور اس عظیم کام کے اوپر حضرت عثمان کو جنت کا مژدہ سنایا۔ وہ بابرکت کنواں اُس وقت سے آج تک مسلمانوں کی بھلائی کے لیے استعمال ہو رہا ہے۔

غزوات میں شرکت

غزوہ بدر کے علاوہ آپ رضی اللہ عنہ تمام غزوات نبوی میں تن من دھن سے شریک رہے۔ یہ بات صحت کے قریب نہیں ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ غزوہ احد میں بھاگ گئے تھے بلکہ جب حضور رسول کریم ﷺ کی شہادت کی خبر پر دلبرداشتہ ہو کر جنگ سے کنارہ کرلیا تھا کہ اب جنگ کرنے کا کیا فائدہ؟ لیکن جب معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ زندہ ہیں تو تمام صحابہ کرام آپ ﷺ کے اردگرد جمع ہو گئے تاہم غلط فہمی سے جنگ سے کنارہ کرلینا یہ فرار ہونے کے معنیٰ میں ہرگز نہیں آتا۔ اگر بالفرض یہ تسلیم ہی کرلیا جائے کہ آپ رضی اللہ عنہ جنگ کے حالات سے دلبرداشتہ ہو کر چلے گئے تھے تو بھی قرآن گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا۔

رفاہی کام۔۔۔جنت کی بشارتیں

مسلمانوں کی دفاعی تیاریوں پر مال خرچ کرنا ہو یا مسلمانوں کے پانی کا بندوبست کرنا ہو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ہر میدان میں ایسی شان سے حصہ لیا کہ متعدد بار حضور نبی کریم ﷺ نے انہیں جنت کی بشارت دی۔ بئر معونہ ایک یہودی کی ملکیت میں تھا وہ مسلمانوں کے ہاتھ بھاری قیمت پر پانی فروخت کرتا تھا آپ نے یہ کنواں یہودی سے خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا اور جنت کے بشارت کے مستحق قرار پائے۔ غزوہ تبوک میں جیش العسرہ کے تیاری کے لئے آپ کی گراں قدر خدمات کی بدولت جنت کی بشارت آپ کے حصہ میں آئی۔ مسجد نبوی کی توسیع کے موقع پر جب حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کون ہے جو مسجد کا متصلہ رقبہ زمین خرید کر مسجد کے لئے وقف کر دے؟ اللہ اسے اس سے بہتر جگہ جنت میں عطا فرمائے گا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مطلوبہ زمین کا قطعہ

Marfat.com

خرید کر مسجد کے توسیع کے لئے دے دیا اور جنت کی بشارت آپ کا مقدر بنی۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تحریر بہت پختہ تھی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر ان سے کاتب وحی کا کام بھی لیتے تھے کاتبان وحی میں آپ کا نام نمایاں ہے۔

فتوحات اور اسلامی نظام حکومت کا نظم ونسق

مورخین اس پر متفق ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ابتدائی چھ سال بہت کامیاب گزرے ہیں مسلمانوں میں کامل اتفاق و یک جہتی رہی۔ آپ کے اس دور میں متعدد علاقہ جات فتح ہوئے جس سے مملکت اسلامیہ میں اضافہ ہوا ان میں طخارستان کی فتح، سجستان (سیستان) سے دور دراز تک کے علاقے مسلمان کے قبضہ میں آئے۔ زاہستان یعنی غزنی، کابل ہرات وغیرہ بھی آپ کے دور حکومت میں مسلمانوں کے زیر تسلط آئے، بلخ، سرخس، فرغانہ، قبرص اور بعض دوسرے رومی علاقے فتح ہوئے۔ آپ کے دور حکومت میں بحری بیڑے کا قیام عمل میں آیا۔ قسطنطنیہ پر حملہ۔ شمالی افریقہ، فتح طرابلس، الجزائر، تیونس، مراکش، حبشہ، اندلس پر حملہ کر کے اور کچھ فتوحات حاصل کیں یورپ کے دروازے پر یہ مسلمانوں کی پہلی دستک تھی۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مملکت کے اہم امور میں سرکردہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مشاورت سے کرتے۔ آپ نے عنان حکومت ہاتھ میں لیتے ہی گورنروں، سپہ سالاروں کو اپنی پالیسی کے اصول راہنما لکھ بھیجے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اکابر صحابہ کرام کو اپنے پاس رکھتے تا کہ ان کے مشوروں سے مستفید ہو سکیں اور انہیں باہر کی دنیا کے جھمیلوں سے بچائے رکھیں تاہم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جب اسلام عرب سے باہر پھیلا اور ایرانی، رومی سلطنتوں کے وسیع علاقے مسلمانوں کے زیر تسلط آ گئے تو انہیں شہر کوفہ، بصرہ، موصل، فسطاط وغیرہ میں بسا کر نئی عرب آبادیاں قائم کیں تو بھی بزرگ صحابہ کرام مدینہ منورہ میں رہے لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں مدینہ سے باہر نکل

Marfat.com

کر نئے شہروں میں آباد ہونے کی اجازت دے دی

اشاعت قرآن

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اہم کارناموں میں اہم اور نمایاں دینی کارنامہ قرآن کریم کو اختلاف قرأت سے محفوظ کر کے ملت اسلامیہ کو ایک قرأت پر جمع کرنا ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تین قرآن کریم کے جو نسخے تیار کروائے تھے وہ اب (۱) حجرہ نبوی (مدینہ منورہ) (۲) خزانہ آثار نبویہ (استنبول) (۳) کتب خانہ مصریہ میں موجود ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت

قصر خلافت کے دروازہ پر حضرت امام حسن، حضرت امام حسین، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبداللہ ابن زبیر۔ محمد بن طلحہ اور متعدد دوسرے حضرات شبانہ روز رضا کارانہ طور پر پہرہ دیتے رہے جب کی موجودگی میں بلوائیوں کو دروازے سے آنے کا موقع نہ مل سکا۔ آخر کار بلوائیوں نے دروازے کو آگ لگادی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مکان کی بالائی منزل میں داخل ہو گئے جہاں آپ اپنے رفقاء اور اہل وعیال سے الگ خلوت گزیں ہو گئے تین بلوائی جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تک پہنچ گئے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مطمئن پر وقار، خاموش انداز اور تلاوت میں انہماک سے متاثر ہو کر واپس چلے گئے۔

بالآخر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو جب کہ وہ قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت کر رہے تھے "فسیکفیکھم اللہ وھو السمیع العلیم" پڑھ رہے تھے شہید کر دیا گیا۔

Marfat.com

باب سوم

حضرت فاطمہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا

فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کا معروف نام فاطمۃ الزہراء ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خدیجہ بنت خویلد کی بیٹی تھیں۔تمام مسلمانوں کے نزدیک آپ ایک برگزیدہ ہستی ہیں۔(انسائیکلو پیڈیا آف اسلام)

آپ کی ولادت ۲۰ جمادی الثانی بروز جمعہ بعثت کے پانچویں سال میں مکہ میں ہوئی۔آپ کی شادی علی ابن ابی طالب سے ہوئی جن سے آپ کے دو بیٹے حسن اور حسین اور دو بیٹیاں زینب اور ام کلثوم پیدا ہوئیں۔آپ کی وفات اپنے والد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے کچھ ماہ بعد ۶۳۲ء میں ہوئی۔آپ کے کثیر القابات مشہور ہیں۔

ولادت اور خاندان

حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا کی تاریخ پیدائش کے بارے میں اختلافات موجود ہیں۔ مختلف روایات ان کی ولادت کو ۶۰۸ء سے لے کر ۶۱۵ء تک بتاتی ہیں۔

(انسائکلو پیڈیا بریٹانیکا)

زیادہ مستند روایات یہ ہیں کہ آپ ۲۰ جمادی الثانی بعثت کے پانچویں سال ۶۱۵ء کو بروز جمعہ صبح صادق کے وقت مکہ میں پیدا ہوئیں۔(مودۃ القربٰی)

طبری نے بھی بعثت کا پانچواں سال لکھا ہے۔(دلائل الامامت)

ایک روایت کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر خاتونِ جنت کو سونگھ کر فرماتے کہ اس سے بہشت کی خوشبو آتی ہے کیونکہ یہ اس میوۂ جنت سے پیدا ہوئی ہے جو

Marfat.com

جبرائیل نے مجھے شبِ معراج کھلایا تھا۔(روضۃ الاحباب)

آپ رضی اللہ عنہا کی تربیت خاندانِ رسالت میں ہوئی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، فاطمہ بنت اسد، ام سلمیٰ، ام الفضل (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا عباس کی زوجہ)، ام ہانی (حضرت ابوطالب کی ہمشیرہ)، اسما بنت عمیس (زوجہ جعفر طیار)، صفیہ بنت حمزہ وغیرہ نے مختلف اوقات میں کی۔(مدارج النبوۃ)

خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے انتقال کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی تربیت و پرورش کے لیے فاطمہ بنت اسد کا انتخاب کیا۔ جب ان کا بھی انتقال ہو گیا تو اس وقت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ام سلمیٰ کو ان کی تربیت کی ذمہ داری دی۔

(سوانح فاطمۃ الزہرا)

القاب اور کنیت

آپ رضی اللہ عنہا کے مشہور القاب میں زہرا اور سیدۃ النساء العالمین (تمام جہانوں کی عورتوں کی سردار) اور بتول ہیں۔ مشہور کنیت ام الائمہ، ام السبطین اور ام الحسنین ہیں۔ آپ کا مشہور ترین لقب سیدۃ النساء العالمین ایک مشہور حدیث کی وجہ سے پڑا جس میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بتایا کہ وہ دنیا اور آخرت میں عورتوں کی سیدہ (سردار) ہیں۔(صحیح البخاری)

اس کے علاوہ خاتونِ جنت، الطاہرہ، الزکیہ، المرضیہ، السیدہ، العذراء وغیرہ بھی القاب کے طور پر ملتے ہیں۔(سیرت فاطمہ الزہراء)

حالاتِ زندگی

حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ابتدائی تربیت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کی۔ اس کے علاوہ ان کی تربیت میں اولین مسلمان خواتین شامل رہیں۔ بچپن میں ہی ان کی والدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا

Marfat.com

انتقال ہو گیا۔ انہوں نے اسلام کا ابتدائی زمانہ دیکھا اور وہ تمام تنگی برداشت کی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابتدائی زمانہ میں قریش کے ہاتھوں برداشت کی۔ ایک روایت کے مطابق ایک دفعہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ میں حالتِ سجدہ میں تھے جب ابو جہل اور اس کے ساتھیوں نے ان پر اونٹ کی اوجھڑی ڈال دی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خبر ملی تو آپ نے آ کر ان کی کمر پانی سے دھوئی حالانکہ آپ اس وقت کم سن تھیں۔ اس وقت آپ روتی تھیں تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو کہتے جاتے تھے کہ اے جانِ پدر رو نہیں اللہ تیرے باپ کی مدد کرے گا۔ (سیرت النبی از علامہ شبلی نعمانی)

ان کے بچپن ہی میں ہجرتِ مدینہ کا واقعہ ہوا۔ ربیع الاول میں 10 بعثت کو ہجرت ہوئی۔ مدینہ پہنچ کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید بن حارثہ اور ابو رافع کو 500 درھم اور اونٹ دے کر مکہ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت فاطمہ بنت اسد، حضرت سودہ اور حضرت عائشہ کو بلوایا چنانچہ وہ کچھ دن بعد مدینہ پہنچ گئیں۔ (چودہ ستارے)

بعض دیگر روایات کے مطابق انہیں حضرت علی علیہ السلام بعد میں لے کر آئے۔

(سیرت فاطمہ الزھراء)

2 ہجری تک آپ حضرت فاطمہ بنت اسد کی زیرِ تربیت رہیں۔ 2ھ میں رسول اللہ نے حضرت ام سلمیٰ سے عقد کیا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ان کی تربیت میں دے دیا۔ (چودہ ستارے)

حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو میرے سپرد کیا گیا۔ میں نے انہیں ادب سکھانا چاہا مگر خدا کی قسم فاطمہ تو مجھ سے زیادہ مؤدب تھیں اور تمام باتیں مجھ سے بہتر جانتی تھیں۔ (دلائل الامامۃ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے بہت محبت کرتے تھے۔ عمران بن حصین کی روایت ہے کہ ایک دفعہ میں رسول اللہ کے ساتھ بیٹھا تھا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

Marfat.com

جو ابھی کم سن تھیں تشریف لائیں۔ بھوک کی شدت سے ان کا رنگ متغیر ہو رہا تھا۔ آنحضرت نے دیکھا تو کہا کہ بیٹی ادھر آؤ۔ جب آپ قریب آئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اے بھوکوں کو سیر کرنے والے پروردگار، اے پستی کو بلندی عطا کرنے والے، فاطمہ کے بھوک کی شدت کو ختم فرما دے۔ اس دعا کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چہرے کی زردی مبدل بسرخی ہو گئی، چہرے پر خون دوڑنے لگا اور آپ ہشاش بشاش نظر آنے لگیں۔ خود حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ اس کے بعد مجھے پھر کبھی بھوک کی شدت نے پریشان نہیں کیا۔ (الخرائج والجرائح)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شادی کی خواہش کئی لوگوں نے کی جن میں سے کچھ پر رسول اللہ نے غضب ناک ہو کر منہ پھیر لیا۔ (کنز العمال)

طبقات ابن سعد وغیرہ کے مطابق حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اور بعد میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے لیے خواستگاری کی تو دونوں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ مجھے اس سلسلے میں وحیِ الٰہی کا انتظار ہے۔ کچھ عرصہ بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسی خواہش کا اظہار کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبول کر لیا اور کہا مرحباً و اھلاً۔ (طبقات ابن سعد)

بعض روایات کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ اے علی خدا کا حکم ہے کہ میں فاطمہ کی شادی تم سے کر دوں۔ کیا تمہیں منظور ہے۔ انہوں نے کہا ہاں چنانچہ شادی ہو گئی۔ (ریاض النظرۃ)

یہی روایت صحاح میں عبداللہ ابن مسعود، انس بن مالک اور حضرت ام سلمٰی نے کی ہے۔ ایک اور روایت میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں فاطمہ کا نکاح علی سے کر دوں۔ (المعجم الکبیر، تذکرۃ الخواص)

Marfat.com

حضرت علی وفاطمہ کی شادی یکم ذی الحجہ 2 ھ کو ہوئی۔(چودہ ستارے)

کچھ اور روایات کے مطابق امام محمد باقر و امام جعفر صادق سے مروی ہے کہ نکاح رمضان میں اور رخصتی اسی سال ذی الحجہ میں ہوئی۔(بحارالانوار)

شادی کے اخراجات کے لیے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی زرہ 500 درھم میں بیچ دی۔(مناقب ابن شہر آشوب)

یہ رقم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ کے حوالے کر دی جو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر قرار پایا۔جبکہ بعض دیگر روایات میں مہر 480 درہم تھا۔(الاستیعاب)

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جہیز

جہیز کے لیے رسول اللہ نے حضرت مقداد ابن اسود کو رقم دے کر اشیاء خریدنے کے لیے بھیجا اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مدد کے لیے ساتھ بھیجا۔(بحارالانوار)

انہوں نے چیزیں لا کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے رکھیں۔اس وقت حضرت اسماء بنت عمیس بھی موجود تھیں۔مختلف روایات میں جہیز کی فہرست میں ایک قمیص، ایک مقنع (یا خمار یعنی سر ڈھانکنے کے لیے کپڑا)، ایک سیاہ کمبل، کھجور کے پتوں سے بنا ہوا ایک بستر، موٹے ٹاٹ کے دو فرش، چار چھوٹے تکیے، ہاتھ کی چکی، کپڑے دھونے کے لیے تانبے کا ایک برتن، چمڑے کی مشک، پانی پینے کے لیے لکڑی کا ایک برتن (بادیہ)، کھجور کے پتوں کا ایک برتن جس پر مٹی پھیر دیتے ہیں، دو مٹی کے آبخورے، مٹی کی صراحی، زمین پر بچھانے کا ایک چمڑا، ایک سفید چادر اور ایک لوٹا شامل تھے۔یہ مختصر جہیز دیکھ کر رسول اللہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور انہوں نے دعا کی کہ اے اللہ ان پر برکت نازل فرما جن کے اچھے سے اچھے برتن مٹی کے ہیں۔(مسند احمد بن حنبل، المستدرک الحاکم، سنن نسائی)

یہ جہیز اسی رقم سے خریدا گیا تھا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی زرہ بیچ کر حاصل کی

Marfat.com

تھی۔(المستدرک الحاکم)

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی

نکاح کے کچھ ماہ بعد یکم ذی الحجہ کو آپ کی رخصتی ہوئی۔ رخصتی کے جلوس میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اشہب نامی ناقہ پر سوار ہوئیں جس کے ساربان حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھے۔ ازواج مطہرات جلوس کے آگے آگے تھیں۔ بنی ھاشم ننگی تلواریں لیے جلوس کے ساتھ تھے۔ مسجد کا طواف کرنے کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں اتارا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی منگوایا اس پر دعائیں دم کیں اور علی و فاطمہ کے سر بازوؤں اور سینے پر چھڑک کر دعا کی کہ اے اللہ انہیں اور ان کی اولاد کو شیطان الرجیم سے تیری پناہ میں دیتا ہوں۔

(الصواعق المحرقہ)

ازواج مطہرات نے جلوس کے آگے رجز پڑھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خاندان عبدالمطلب اور مہاجرین وانصار کی خواتین کو کہا کہ رجز پڑھیں خدا کی حمد وتکبیر کہیں اور کوئی ایسی بات نہ کہیں اور کریں جس سے خدا ناراض ہوتا ہو۔ بالترتیب ام سلمیٰ، عائشہ اور حفصہ نے رجز پڑھے۔ ازواج مطہرات نے جو رجز پڑھے نیچے درج ہیں:

حضرت فاطمہ کی شادی میں ازواج مطہرات کے رجز،

حضرت فاطمہ کی شادی میں ازواج مطہرات کے اشعار۔ (بحارالانوار)

حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا کے اشعار

اے پڑوسنو چلو اللہ کی مدد تمہارے ساتھ ہے اور ہر حال میں اس کا شکر ادا کرو۔ اور جن پریشانیوں اور مصیبتوں کو دور کر کے اللہ نے احسان فرمایا ہے اسے یاد کرو۔ آسمانوں کے پروردگار نے ہمیں کفر کی تاریکیوں سے نکالا اور ہر طرح کا عیش و آرام دیا۔ اے پڑوسنو۔ چلو سیدۂ زنانِ عالم کے ساتھ جن پر ان کی پھوپھیاں اور خالائیں نثار ہوں۔ اے

Marfat.com

عالی مرتبت پیغمبر کی بیٹی جسے اللہ نے وحی اور رسالت کے ذریعے سے تمام لوگوں پر فضیلت دی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اشعار

اے عورتو چادر اوڑھ لو اور یاد رکھو کہ یہ چیز مجمع میں اچھی سمجھی جاتی ہے۔
یاد رکھو اس پروردگار کو جس نے اپنے دوسرے شکر گزار بندوں کے ساتھ ہمیں بھی اپنے دینِ حق کے لیے مخصوص فرمایا۔ اللہ کی حمد اس کے فضل و کرم پر اور شکر ہے اس کا جو عزت وقدرت والا ہے۔ فاطمہ زہرا کو ساتھ لے کے چلو کہ اللہ نے ان کے ذکر کو بلند کیا ہے اور ان کے لیے ایک ایسے پاک و پاکیزہ مرد کو مخصوص کیا ہے جو ان ہی کے خاندان سے ہے

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے اشعار

اے فاطمہ تم عالم انسانیت کی تمام عورتوں سے بہتر ہو۔ تمہارا چہرہ چاند کی مثل ہے۔
تمہیں اللہ نے تمام دنیا پر فضیلت دی ہے۔ اس شخص کی فضیلت کے ساتھ جس کا فضل و شرف سورہ زمر کی آیتوں میں مذکور ہے۔ اللہ نے تمہاری تزویج ایک صاحب فضائل و مناقب نوجوان سے کی ہے یعنی علی سے جو تمام لوگوں سے بہتر ہے۔ پس اے میری پڑوسنو۔ فاطمہ کو لے کر چلو کیونکہ یہ ایک بڑی شان والے باپ کی عزت مآب بیٹی ہے۔

شادی کے بعد

آپ کی شادی کے بعد زنانِ قریش انہیں طعنے دیتی تھیں کہ ان کی شادی ایک فقیر (غریب) سے کر دی گئی ہے۔ جس پر انہوں نے رسالت مآب سے شکایت کی تو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہاتھ پکڑا اور تسلی دی کہ اے فاطمہ ایسا نہیں ہے بلکہ میں نے تیری شادی ایک ایسے شخص سے کی ہے جو اسلام میں سب سے اول، علم میں سب سے اکمل اور حلم میں سب سے افضل ہے۔ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ علی میرا بھائی ہے دنیا اور آخرت میں؟۔ یہ سن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہنسنے لگیں

Marfat.com

اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں اس پر راضی اور خوش ہوں۔ (بحار الانوار)

شادی کے بعد آپ کی زندگی طبقۂ نسواں کے لیے ایک مثال ہے۔ (سیدہ کی عظمت)

آپ گھر کا تمام کام خود کرتی تھیں مگر کبھی حرفِ شکایت زبان پر نہیں آیا نہ ہی کوئی مددگار یا کنیز کا تقاضا کیا۔ 7ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کنیز عنایت کی جو حضرت فضہ کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کے ساتھ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا نے باریاں مقرر کی تھیں یعنی ایک دن وہ کام کرتی تھیں اور ایک دن حضرت فضہ کام کرتی تھیں۔

(چودہ ستارے)

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے گھر تشریف لائے اور دیکھا کہ آپ بچے کو گود میں لیے چکی پیس رہی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک کام فضہ کے حوالے کر دو۔ آپ نے جواب دیا کہ بابا جان آج فضہ کی باری کا دن نہیں ہے۔ (مناقب ابن شہر)

آپ کے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی مثالی تعلقات تھے۔ کبھی ان سے کسی چیز کا تقاضا نہیں کیا۔ ایک دفعہ حضرت فاطمہ بیمار پڑیں تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا کہ کچھ کھانے کو دل چاہتا ہو تو بتاؤ۔ آپ نے کہا کہ میرے پدر بزرگوار نے تاکید کی ہے کہ میں آپ سے کسی چیز کا سوال نہ کروں، ممکن ہے کہ آپ اس کو پورا نہ کر سکیں اور آپ کو رنج ہو۔ اس لیے میں کچھ نہیں کہتی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب قسم دی تو انار کا ذکر کیا۔ (نقوش عصمت)

آپ نے کئی جنگیں دیکھیں جن میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نمایاں کردار ادا کیا مگر کبھی یہ نہیں چاہا کہ وہ جنگ میں شریک نہ ہوں اور بچے رہیں۔ اس کے علاوہ جنگ احد میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سولہ زخم کھائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک بھی زخمی ہوا مگر آپ نے کسی خوف و ہراس کا مظاہرہ نہیں کیا اور مرہم پٹی، علاج اور

Marfat.com

تلواروں کی صفائی کے فرائض سرانجام دیے۔(تفسیر ابن کثیر)

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد

اللہ نے آپ کو دو بیٹوں اور دو بیٹیوں سے نوازا۔دو بیٹے حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور بیٹیاں زینب بنت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا وام کلثوم بنت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ان کے دونوں بیٹوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا بیٹا کہتے تھے اور بہت پیار کرتے تھے۔اور فرمایا تھا کہ حسن اور حسین جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ان کے نام بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود رکھے تھے۔

مباہلہ

نجران کے نصرانیوں نے،حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اپنے ساٹھ آدمی بھیجے تھے جن میں چودہ شخص ان کے سردار تھے جن کے نام یہ ہیں،عاقب جس کا نام عبدالمسیح تھا،سید جس کا نام ایہم تھا،ابوحارثہ بن علقمہ جو بکر بن وائل کا بھائی تھا،اور اوث بن حارث، زید،قیس، یزید اور اس کے دونوں لڑکے،اور خویلد اور عمرو، خالد،عبداللہ اور محسن یہ سب چودہ سردار تھے لیکن پھر ان میں بڑے سردار تین شخص تھے عاقب جو امیر قوم تھا اور عقلمند سمجھا جاتا تھا اور صاحب مشورہ تھا اور اسی کی رائے پر یہ لوگ مطمئن ہو جاتے تھے اور سید جو ان کا لاٹ پادری تھا اور مدرس اعلیٰ تھا یہ بنوبکر بن وائل کے عرب قبیلے میں سے تھا،لیکن نصرانی بن گیا تھا اور رومیوں کے ہاں اس کی بڑی آؤ بھگت تھی اس کے لئے انہوں نے بڑے بڑے گرجے بنا دیئے تھے اور اس کے دین کی مضبوطی دیکھ کر اس کی بہت کچھ خاطر و مدارات اور خدمت وعزت کرتے رہتے تھے یہ شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت وشان سے واقف تھا اور اگلی کتابوں میں آپ کی صفتیں پڑھ چکا تھا دل سے آپ کی نبوت کا قائل تھا

Marfat.com

لیکن نصرانیوں میں جو اس کی تکریم و تعظیم تھی اور وہاں جو جاہ و منصب اسے حاصل تھا اس کے چھن جانے کے خوف سے راہ حق کی طرف نہیں آتا تھا، غرض یہ وفد مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں مسجد نبوی میں حاضر ہوا آپ اس وقت عصر کی نماز سے فارغ ہو کر بیٹھے ہی تھے یہ لوگ نفیس پوشاکیں پہنے ہوئے اور خوبصورت نرم چادریں اوڑھے ہوئے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے بنو حارث بن کعب کے خاندان کے لوگ ہوں صحابہ کہتے ہیں ان کے بعد ان جیسا باشوکت وفد کوئی نہیں آیا، ان کی نماز کا وقت آ گیا تو آپ کی اجازت سے انہوں نے مشرق کی طرف منہ کر کے مسجد نبوی میں ہی اپنے طریق پر نماز ادا کر لی۔ بعد نماز کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کی گفتگو ہوئی ادھر سے بولنے والے یہ تین شخص تھے حارثہ بن علقمہ، عاقب یعنی عبدالمسیح اور سید یعنی ایہم یہ گو شاہی مذہب پر تھے لیکن کچھ امور میں اختلاف رکھتے تھے۔ حضرت مسیح کی نسبت ان کے تینوں خیال تھے یعنی وہ خود اللہ جل شانہ ہے اور اللہ کا بیٹا ہے اور تین میں کا تیسرا ہے، اللہ ان کے اس ناپاک قول سے مبرا ہے اور بہت ہی بلند و بالا، تقریباً تمام نصاریٰ کا یہی عقیدہ ہے، مسیح کے اللہ ہونے کی دلیل تو ان کے پاس یہ تھی کہ وہ مردوں کو زندہ کر دیتا تھا اور اندھوں اور کوڑھیوں اور بیماروں کو شفا دیتا تھا، غیب کی خبریں دیتا تھا اور مٹی کی چڑیا بنا کر پھونک مار کر اڑا دیا کرتا تھا اور جواب اس کا یہ ہے کہ یہ ساری باتیں اس سے اللہ کے حکم سے سرزد ہوتی تھیں اس لئے کہ اللہ کی نشانیاں اللہ کی باتوں کے سچ ہونے پر اور حضرت عیسیٰ کی نبوت پر مثبت دلیل ہو جائیں، اللہ کا بیٹا ماننے والوں کی حجت یہ تھی کہ ان کا بہ ظاہر کوئی باپ نہ تھا اور گہوارے میں ہی بولنے لگے تھے، یہ باتیں بھی ایسی ہیں کہ ان سے پہلے دیکھنے میں ہی نہیں آئی تھیں (اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بھی اللہ کی قدرت کی نشانیاں تھیں تا کہ لوگ اللہ کو اسباب کا محکوم اور

Marfat.com

عادت کا محتاج نہ سمجھیں وغیرہ۔) اور تین میں تیسرا اس لئے کہتے تھے کہ اس نے اپنے کلام میں فرمایا ہے ہم نے کیا، ہمارا امر، ہماری مخلوق، ہم نے فیصلہ کیا وغیرہ پس اگر اللہ اکیلا ایک ہی ہوتا تو یوں نہ فرماتا بلکہ فرماتا میں نے کیا، میرا امر، میری مخلوق، میں نے فیصلہ کیا وغیرہ پس ثابت ہوا کہ اللہ تین ہیں خود اللہ رب کعبہ اور عیسیٰ اور مریم (جس کا جواب یہ ہے کہ ہم کا لفظ صرف بڑائی کے لئے اور عظمت کے لئے ہے۔) اللہ تعالیٰ ان ظالموں منکروں کے قول سے پاک و بلند ہے، ان کے تمام عقائد کی تردید قرآن کریم میں نازل ہوئی، جب یہ دونوں پادری حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بات چیت کر چکے تو آپ نے فرمایا تم مسلمان ہو جاؤ انہوں نے کہا ہم تو ماننے والے ہیں ہی، آپ نے فرمایا نہیں تمہیں چاہیئے کہ اسلام قبول کر لو وہ کہنے لگے ہم تو آپ سے پہلے کے مسلمان ہیں فرمایا نہیں تمہارا یہ اسلام قبول نہیں اس لئے کہ تم اللہ کی اولاد مانتے ہو صلیب کی پوجا کرتے ہو خنزیر کھاتے ہو۔ انہوں نے کہا اچھا پھر یہ تو فرمایئے کہ حضرت عیسیٰ کا باپ کون تھا؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو اس پر خاموش رہے اور سورہ آل عمران کی شروع سے لے کر آخر تک کی آیتیں ان کے جواب میں نازل ہوئیں۔ (تفسیر ابن کثیر سورۃ آل عمران آیت 59) ان لوگوں نے یہ ماننے سے انکار کر دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کنواری مریم کے شکم سے بغیر باپ کے پیدا ہوئے اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جس کو آیت مباہلہ کہتے ہیں کہ

بے شک مثال عیسیٰ (علیہ السلام) کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک آدم (علیہ السلام) کی مانند ہے بنایا اسے مٹی سے، پھر فرمایا اسے ہو جا تو وہ ہو گیا (اے سننے والے) یہ حقیقت (کہ عیسیٰ انسان ہیں) تیرے رب کی طرف سے (بیان کی گئی) ہے پس تو نہ ہو جا شک کرنے والوں سے پھر جو شخص جھگڑا کرے آپ سے اس بارے میں اس کے بعد کہ آ گیا آپ کے پاس (یقینی) علم تو آپ کہہ دیجئے کہ آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹوں کو بھی اور تمہارے بیٹوں کو بھی

Marfat.com

اور اپنی عورتوں کو بھی اور تمہاری عورتوں کو بھی اپنے آپ کو بھی اور تم کو بھی پھر بڑی عاجزی سے (اللہ تعالیٰ کے حضور) التجا کریں پھر بھیجیں اللہ تعالیٰ کی لعنت جھوٹوں پر۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب ان لوگوں کو اس مباہلہ کی دعوت دی تو ان نصرانیوں نے رات بھر کی مہلت مانگی۔ صبح کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسن، حسین، علی، فاطمہ کو ساتھ لے کر مباہلہ کے لئے کاشانہ نبوت سے نکل پڑے مگر نجران کے نصرانیوں نے مباہلہ کرنے سے انکار کر دیا اور جزیہ دینے کا اقرار کر کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صلح کر لی۔ (المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، باب الوفد الرابع عشر، سیرتِ مصطفیٰ مؤلف، عبد المصطفیٰ اعظمی، صفحہ 524-525، ناشر مکتبۃ المدینہ کراچی)

جب ان کو مباہلہ کی دعوت دی گئی تو انہوں نے کہا ہم غور و فکر کر لیں۔ چنانچہ عاقب جو صاحب رائے تھا اس نے کہا اے عیسائیو! تم قسم بخدا جان چکے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی مرسل ہیں اور جب کسی قوم نے کسی پیغمبر سے مباہلہ کیا تو ان کا بڑا بچا اور نہ چھوٹا۔ اگر تم نے مباہلہ کیا تو تم ضرور ہلاک ہو جاؤ گے۔ پس اگر تم اپنے دین کی محبت میں انکار کرتے ہو تو ان سے معاہدہ صلح کر کے اپنے علاقے کی طرف لوٹ چلو۔ پس وہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں۔ اس حالت میں آئے کہ آپ نے حسین کو گود میں اٹھایا ہوا تھا اور حسن کا ہاتھ پکڑنے والے تھے فاطمہ آپ کے پیچھے چلنے والی تھیں جبکہ علی ان کے پیچھے تھے۔ اور آپ کہہ رہے تھے۔ جب میں دعا کروں تو تم آمین کہنا۔ اس پر نجران کے پادری نے کہا اے وفد نجران! میں اپنے سامنے ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کریں کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائے تو ان کی دعا سے پہاڑ اپنی جگہ سے زائل ہو جائے گا۔ پس تم ان سے مباہلہ نہ کرو۔ ورنہ تم ہلاک ہو جاؤ گے۔ اور سطح زمین پر کوئی ایک عیسائی بھی باقی نہ رہے گا۔ اس پر عیسائیوں نے کہا اے ابو القاسم! ہم نے رائے قائم کی ہے کہ مباہلہ نہ کریں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو ہزار حلّے ہر سال ادا کرنے پر ان سے صلح

Marfat.com

کرلی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ اہل نجران پر ہلاکت لٹک رہی تھی۔ اگر وہ مباہلہ کرتے تو مسخ ہو کر بندر وسور بن جاتے۔ (تفسیر مدارک التنزیل، ابوالبرکات عبداللہ النسفی، سورہ آل عمران 61)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ:

"مرض الموت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فاطمہ کو نزدیک بلا کر ان کے کان میں کچھ کہا جس پر وہ رونے لگیں۔ اس کے بعد آپ نے پھر سرگوشی کی تو آپ مسکرانے لگیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے سبب پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ پہلے میرے بابا نے اپنی موت کی خبر دی تو میں رونے لگی۔ اس کے بعد انہوں نے بتایا کہ سب سے پہلے میں ان سے جاملوں گی تو میں مسکرانے لگی۔ (صحیح البخاری)

ایک اور روایت میں یحیٰ بن جعدہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا کہ سال میں صرف ایک مرتبہ قرآن مجھے دکھایا جاتا تھا۔ مگر اس دفعہ دو مرتبہ دکھایا گیا۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ میری موت قریب ہے۔ میرے اہل میں سے تم مجھے سب سے پہلے آکر ملو گی۔ (تاریخ طبری)

یہ سن کر آپ غمگین ہوئیں تو رسول اللہ نے فرمایا کہ کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ تم زنان اہلِ جنت کی سردار ہو؟ یہ سن کر آپ مسکرانے لگیں۔ (تاریخ بلاذری)

آپ کے والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ایک عظیم سانحہ تھا۔ اس نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زندگی تبدیل کر دی۔ آپ شب و روز گریہ کیا کرتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث میں سے بھی انہیں بوجوہ کچھ نہ مل سکا جس سے مالی پریشانیاں بھی ہوئیں۔ مسئلہ فدک وخلافت بھی پیش آیا۔ اہلِ مدینہ ان کے رونے سے تنگ آئے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کے لیے مدینہ سے کچھ فاصلے پر بندوبست کیا

Marfat.com

تا کہ وہ وہاں گریہ وزاری کیا کریں۔ اس جگہ کا نام بیت الحزن مشہور ہو گیا۔ اپنے والد کی وفات کے بعد آپ نے مرثیہ کہا جس کا ایک شعر کا ترجمہ ہے کہ اے ابا جان آپ کے بعد مجھ پر ایسی مصیبتیں پڑیں کہ اگر وہ دنوں پر پڑتیں تو وہ تاریک راتوں میں تبدیل ہو جاتے۔ (مدارج النبوۃ)

اس دوران مسئلہ فدک بھی پیش آیا جس کا تذکرہ بعد میں آئے گا۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا وصال

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے کچھ ماہ بعد آپ کی وفات ہوئی۔ اس کی تاریخ 3 جمادی الثانی 11ھ ہے۔

ایثار وسخاوت انفاق فی سبیل اللہ

ایثار وسخاوت انفاق فی سبیل اللہ اور دریا دلی خانوادۂ رسول ﷺ اور خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ خصائل وشمائل اور سیرت وکردار کا ایک روشن حوالہ ہے۔ آپ کے ایثار وسخاوت کے یوں تو متعدد واقعات مشہور ہیں تاہم ذیل میں اس سلسلے کا ایک تاریخی واقعہ پیش کیا جاتا ہے۔ جس سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی سخاوت اور انفاق فی سبیل اللہ کا پتا چلتا ہے۔

ایک دفعہ قبیلہ بنو سلیم کے ضعیف العمر اور انتہائی بزرگ شخص رسول اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے رسول اللہ ﷺ نے انہیں دین کے ضروری احکام ومسائل بتائے اور پھر ان سے پوچھا کیا تمہارے پاس کچھ مال بھی ہے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ قسم ہے اللہ کی (قبیلہ) بنو سلیم کے تین ہزار آدمیوں میں سب زیادہ غریب اور محتاج میں ہی ہوں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی جانب دیکھا اور فرمایا تم میں سے کون اس مسکین کی مدد کرے گا؟ قبیلہ خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ اٹھے اور عرض کیا رسول اللہ ﷺ میرے پاس ایک اونٹنی

Marfat.com

ہے جو میں انہیں دیتا ہوں۔ بعدازاں رسالت مآب ﷺ نے فرمایا تم میں سے کون ہے جو اس کا سر ڈھانک دے؟ آپ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی سن کر شیر خدا سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اٹھے اور اپنا عمامہ اتار کر نو مسلم اعرابی کے سر پر رکھ دیا۔ پھر رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کون ہے جو اس کی خوراک کا بندوبست کرے؟ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد سن کر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے ان صاحب کو اپنے ساتھ لیا اور ان کی خوراک کا انتظام کرنے لگے چند گھروں سے دریافت کیا لیکن وہاں سے کچھ نہ ملا۔ آخر انہوں نے دختر رسول ﷺ خاتون جنت سیدہ عالم حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے مکان کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے پوچھا کون ہے؟ حضرت سلامن فارسی رضی اللہ عنہ نے سارا واقعہ بیان کیا اور التجا کی اے سچے رسول ﷺ کی بیٹی اس بوڑھے مسکین کی خوراک کو بندوبست کیجیے سید عرب وعجم شاہ دو عالم سرور کائنات ﷺ کی دختر گرامی سیدہ عالم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آبدیدہ ہو کر فرمایا اے سلمان خدا کی قسم آج ہمارے ہاں تیسرا فاقہ ہے بچے فاقے سے بھوکے سوئے ہوئے ہیں۔ لیکن سائل کو خالی ہاتھ نہ جانے دوں گی۔ جاؤ یہ میری چادر شمعون یہودی کے پاس لے جاؤ اور اس سے کہو کہ فاطمہ بنت محمد ﷺ کی یہ چادر رکھ لو اور اس کے عوض اس مسکین کو کچھ دے دو۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اس نو مسلم ضعیف العمر اعرابی کو لے کر شمعون کے پاس پہنچے اور اس سے تمام کیفیت بیان کی۔ یہ تمام جرا سن کر وہ یہودی حیرت میں ڈوب گیا اس ک سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو خود بھوکے رہ کر دوسروں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے پاکیزہ کردار کا اس یہودی پر ایسا اثر ہوا کہ وہ بے اختیار پکار اٹھا اے سلمان خدا کی قسم یہ وہی لاگ ہیں جن کی کبر تورات میں دی گئی ہے تم گواہ رہنا کہ میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کے والد گرامی حضرت محمد ﷺ پر ایمان لایا۔ اس کے بعد اس نے کچھ غلہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو دیا اور چادر بھی سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ

Marfat.com

عنہا کو واپس بھیج دی۔ وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس واپس آئے تو سیدہ عالم نے اپنے ہاتھ اناج پیسا اور جلدی سے اس نو مسلم عرابی کے لیے روٹیاں پکا کر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو دیں۔ انہوں نے عرض کیا اے میرے آقا کی لخت جگر ان میں سے کچھ بچوں کے لیے رکھ لیجیے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جو چیز میں راہ خدا میں دے چکی وہ میرے بچوں کے لیے جائز نہیں۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ روٹیاں لے کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ ﷺ نے روٹیاں اعرابی کو دے دیں اور پھر جگر گوشہ اور چہیتی بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے ان کے سر پر دست شفقت پھیرا آسمان کی طرف دیکھا اور دعا کی "بار الٰہی فاطمہ تیری کنیز ہے اس سے راضی رہنا۔ شاعر مشرق علامہ اقبال نے اس شعر میں اسی واقعے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے۔

ایک محتاج کی خاطر ان کا دل ایسا تڑپا کہ اس کی اعانت کے لیے ایک یہودی کے پاس اپنی چادر فروخت کرنے کے لیے پیش کر دی۔ خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے متعلق سرور کائنات شاہ دو عالم امام الانبیاء سید المرسلین حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا فاطمہ میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے جو اسے ناراض کرے گا وہ مجھے ناراض کرے گا۔

اہل جنت خواتین کی سردار سیدہ

ایک موقع پر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے شیر خدا سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا تم ان کے متعلق سوال کرتے ہو جو رسول اللہ ﷺ کے محبوب ترین لوگوں میں سے تھے اور جن کی اہلیہ رسول اللہ ﷺ کی وہ بیٹی تھیں جو آپ کو سب سے بڑھ کر محبوب تھیں۔ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی زندگی سیرت و کردار کا ایک روشن باب ہے۔ رسالت مآب ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

Marfat.com

فاطمہ اہل جنت کی خواتین کی سردار ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "فاطمہ سیدہ نساء العالمین" فاطمہ تمام جہانوں کی عورتوں کی سردار ہیں۔ ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "تمہاری تقلید کے لیے تمام دنیا کی عورتوں میں مریم خدیجہ رضی اللہ عنہا، فاطمہ رضی اللہ عنہ اور آسیہ (زوجہ فرعون) کافی ہیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ سے کتب حدیث میں متعدد روایتیں معقول ہیں جنہیں جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہ نے ان سے روایت کیا ہے حضرت علی ابن ابی طالب حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ، امام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا، حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا، ام رافع رضی اللہ عنہا اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ان سے روایت کرتے ہیں۔ دختر شاہ دوعالم جگر گوشہ رسول سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے فضائل ومناقب کا یہ ایک روشن باب ہے کہ امام الانبیاء، سید المرسلین محبوب رب العالمین حضرت محمد ﷺ کی نسل آپ رضی اللہ عنہ سے باقی ارو جاری ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ اپنے پدر بزرگوار خیر الخلائق سید دوعالم حضرت محمد ﷺ کے وصال قبل سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے قریب بیٹھ کر رونے لگیں۔ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جان پدر رونہیں تمہارے رونے سے عرش الٰہی بھی رو رہا ہے پھر آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے آنسو پونچھے انہیں تسلی اور تشفی دی۔ جس وقت سرور کونین ﷺ کی روح اقدس عالم قدس میں پہنچی تو سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا پر غم واندوہ کا پہاڑ ٹوٹ پڑا شدت الم میں ان کی زبان پر یہ الفاظ جاری ہو گئے "پیارے ابا جان جبرائیل کو آپ ﷺ کی رحلت کی خبر کون پہنچائے گا آپ کے بعد اب وحی کس پر اترے گی اور جبرئیل کے پاس آئیں گے۔

Marfat.com

پھر انہوں نے دعا مانگی اے اللہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی روح کو محمد ﷺ کی روح کے پاس پہنچا دے الٰہی مجھے رسول اللہ ﷺ کے دیدار سے مسرور کر دے الٰہی مجھے یہ صدمہ برداشت کرنے کی طاقت دے الٰہی حشر کے دن مجھے رسول اللہ ﷺ کی شفاعت نصیب فرما۔

تمام اہل سیر متفق ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے وصال کے بعد کسی نے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔ ایک روز آپ رسول اللہ ﷺ کی قبر اطہر پر تشریف لے گئیں اور اشک بار ہو کر یہ اشعار پڑھنے لگیں جو شخص احمد ﷺ کی تربیت کی مٹی ایک بار سونگھ لے اس پر لازم ہے کہ پھر کبھی کوئی خوشبو نہ سونگھے۔ یعنی اس کے بعد اسے کسی خوشبو کے سونگھنے کی حاجت نہیں مجھ پر مصیبتیں پڑیں اگر وہ دنوں پر پڑتیں تو وہ راتوں میں تبدیل ہو جاتے۔

آپ ﷺ کے وصال کے بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہر وقت غمگین اور دل گرفتہ رہتی تھیں رسول اللہ ﷺ کے وصال کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو بھی ان کے رب کی طرف سے بلاوا آ پہنچا جس کی وہ اسی دن سے منتظر تھیں جب حضور اکرم ﷺ نے انہیں آگاہ فرمایا تھا کہ میرے اہل بیت رضی اللہ عنہ میں سب سے پہلے تم مجھے عالم آخرت میں ملو گی۔ آپ کی تاریخ وفات کے بارے میں مورخین اور تذکرہ نگاروں کے مختلف اقوال ہیں جمہور اہل سیر کے قول کے مطابق آپ نے 3 رمضان المبارک سن 11ھ کو سفر آخرت اختیار فرمایا: جب کہ ایک اور اقول کے مطابق سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے 3 جمادی الآخرہ سن 11ھ کو وفات پائی۔ بہر کیف یہ بات ثابت ہے کہ خاتون جنت سیدہ نسا العالمین حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد چند ماہ بعد زیادہ آپ ﷺ سے جدا نہ رہیں اور بہت جلد اس دنیائے فانی کو خیر باد کہہ کر جنت الفردوس میں پہنچ گئیں۔

Marfat.com

آپ رضی اللہ عنہا نے وصیت فرمائی تھی کہ میری وفات کی لوگوں کو اطلاع نہ دی جائے اور انہیں رات کے وقت اس طرح کیا جائے کہ یہ اندازہ نہ ہو کہ یہ جنازہ کسی مرد کا ہے یا عورت کا۔ روایت کے مطابق حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں آپ کو دفن کیا گیا۔

امام محمد بن الحسن زبالہ المدنی المتوفی سن 200ھ جن کی کتاب "تاریخ المدنیہ مدینہ منورہ کی تاریخ پر سب سے قدیم اور سب سے جامع سمجھی جاتی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ مزار کے قریب ہے جب کہ مورخ مسعودی نے بھی یہی تصریح کی ہے مورخ موصوف نے 332ھ میں جنت البقیع کی ایک قبر پر ایک کتبہ دیکھا تھا جس پر تحریر تھا کہ یہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی قبر ہے۔ کے مولف علامہ محمد بن محمود النجار البغدادی المتوفی 643ھ نے عبادل نامی شخص کے غلام فائدے کے حوالے سے لکھا ہے کہ جنت البقیع کے گورکن نے ایک قبر پر تختی دیکھی تھی جس پر تحریر تھا کہ یہ فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کی ہے۔ چناں چہ علامہ محمد بن محمود ابن النجاد البغدادی فرماتے ہیں کہ اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کی قبر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی قبر کے ساتھ ہی جنت البقیع میں ہے۔

چناں چہ مدینہ منورہ کے تاریخی قبرستان جنت البقیع میں سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے منسوب مزار پر صدیوں تک ایک شان دار عمارت قائم رہی۔ آپ کی قبر مبارک مرجع خلائق ہے جرمنی کی مشہور اسکالر اور نامور محقق این میری شمل اپنے ایک مضمون "خواتین اور پیغمبر اسلام میں سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے حضور خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھتی ہیں: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں تاریخ اسلام میں متعدد قصے اور واقعات معروف ہیں جو اس امر سے متعلق ہیں کہ انہوں نے غربت اور تنگ دستی کیونکر سہی۔ یہ واقعات اہل تقویٰ کے خوش کن تصور میں اضافہ کرتے ہیں جن کے لیے وہ

Marfat.com

درحقیقت انسانیت کی ملکہ تھیں ان کی غربا و مساکین کے لیے ایثار و سخاوت اور فیاضی (درآں حالیکہ ان کا اپنا گھرانا بھوکا رہتا) یہ تمام واقعات اتنے متاثر کن اتنے اثر انگیز اور اتنے خوب صورت ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تمام مسلمان خواتین کے لیے ایک سوہ روشن نمونہ اور رول ماڈل نظر آتی ہیں۔ شاعر مشرق علامہ محمد اقبال نے آپ رضی اللہ عنہا کے متعلق بجا طور پر کہا ہے:

حضرت سیدہ بتول کی شان یہ ہے کہ وہ تسلیم و رضا کی کھیتی کی حامل ماؤں کے لیے تقلید کا مکمل اور بہترین نمونہ ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا تعارف

حضرت علی بن ابو طالب بن عبدالمطلب آپ کی کنیت ابو الحسن یہ کنیت آپ کے گھر والوں نے رکھی تاہم آپ کی کنیت ابو تراب یہ حضور نبی کریم ﷺ نے رکھی جب حضور نبی کریم ﷺ نے ان کو مسجد میں سوتے ہوئے دیکھا اور آپ رضی اللہ عنہ کی کمر سے چادر ہٹی ہوئی تھی اور کمر پر مٹی لگی ہوئی تھی تو حضور ﷺ نے آپ کو ابو تراب کہہ کر پکارا بعض اہل علم نے کہا کہ یہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ناراض ہو کر مسجد میں چلے گئے تو وہاں مٹی میں لیٹ گئے تو جب حضور نبی کریم ﷺ نے انہیں دیکھا تو آپ ﷺ پہنچان گئے کہ یہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ سے ناراض ہو کر آئے ہیں تو فرمایا اے ابو تراب کیا ہوا؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ہے انہوں نے اسلام قبول کیا اور کبار صحابیات میں ان کا شمار ہوتا ہے اور حضور نبی کریم ﷺ کی ظاہری حیات طیبہ میں ان کا وصال ہوا۔

وَقَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ عَلَیْہِ وَسلم لِعَلِیٍّ أَنْتَ مِنِّی وأَنَا مِنْكَ

حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو فرمایا اے علی تم مجھ

Marfat.com

سے ہو اور میں تم سے ہوں۔

اس تعلیق کو امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے مطولاً عمرۃ القضاء میں ذکر کیا عنقریب اس کا ذکر آئے گا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو فرمایا اے علی تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں اور حضرت جعفر رضی اللہ کو فرمایا تم میرے ساتھ خلق وخلق میں مشابہت رکھتے ہو۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جو فرمایا ''منی'' یہ ''من'' اتصال کے معنی میں ہے اور اس کا معنی تم میرے ساتھ متصل ہو اور اس اتصال سے مراد جہت نبوت کا اتصال نہیں ہے بلکہ جہت علم، قرب اور نسب کا اتصال ہے۔

وَقَالَ عُمَرُ تُوُفِّیَ رَسُولُ اللهِ صلی الله عَلَیْهِ وَسلم وهُوَ عَنْهُ رَاضٍ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے وصال فرمایا اس حال میں کہ وہ آپ رضی اللہ عنہ سے راضی تھے۔

یہ تعلیق قریب ہی وفاۃ عمر میں گزر چکی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم آغوش مصطفیٰ ﷺ میں

جناب ابو طالب کثیر العیال تھے۔ اپنے دوسرے بھائیوں کی طرح خوش حال نہ تھے مکہ میں قحط پڑ گیا تو اس سے ان کی مالی حالت اور کمزور ہو گئی۔ رحمت عالم ﷺ سے آپ کی یہ تکلیف وہ حالت دیکھی نہ جا سکی لہذا اپنے چچا حضرت عباس کے پاس تشریف لے گئے اور انہیں اس بات کی ترغیب دی کہ جناب ابو طالب کا بوجھ ہمیں بانٹ لینا چاہیے ان کا ایک بیٹا میں لے لیتا ہوں۔ اس کی کفالت میں کروں گا اور ایک بیٹا آپ لے لیں اس کی کفالت آپ کریں۔ اس طرح ان کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا لہٰذا دونوں جناب ابو طالب کے پاس گئے اور انہیں اپنی آمد کا مقصد بیان کیا اس پر ابو طالب جن کے چار بیٹے تھے اور ہر ایک دوسرے سے دس سال چھوٹا تھا ان کے نام طالب، عقیل، جعفر اور علی تھے انہوں نے کہا کہ عقیل اور طالب کو میرے پاس رہنے دو باقی دونوں کے بارے میں جیسے تم کہتے ہو چنانچہ حضرت علی

Marfat.com

رضی اللہ عنہ کو حضور نبی کریم نے لے لیا اور جعفر کو حضرت عباس نے لے لیا۔

یوں اعلان نبوت سے قبل ہی حضرت علی آغوش نبوت میں آگئے تاکہ یہ قطرہ، صدف احمدی میں پرورش پا کر درشہسوار بنے اور اپنے علمی اور روحانی انوار ساطعہ سے قیامت تک اکناف عالم کو منور و تاباں کرتے رہے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے نام رکھا

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد فرماتی ہیں کہ جب میرا یہ بچہ پیدا ہوا تو نبی کریم ﷺ نے اس کا نام علی رکھا اور اس کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالا۔ اور اپنی زبان مبارک اس مولود مسعود کو چوسنے کے لئے اس کے منہ میں ڈال دی جسے یہ بچہ (حضرت علی) چوستے ہوئے سو گیا۔

(سیرت حلبیہ: ج، اول، ص ۱۸۲، بحوالہ ضیاء النبی جلد دوم)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ایمان لانا

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ایمان لانے کا واقعہ یوں بیان کیا گیا ہے کہ ایک روز آپ کاشانہ نبوت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ حضور نبی کریم ﷺ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا دونوں نماز پڑھ رہے ہیں۔ انہوں نے پوچھا آپ یہ کیا کر رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "یہ اللہ تعالیٰ کا دین ہے جسے اس نے اپنے لئے پسند کیا ہے اور اس کی تبلیغ کے لئے رسول مبعوث کئے ہیں۔ پس میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان لاؤ اور اس کی عبادت کرو، اور لات وعزیٰ کے ساتھ کفر کرو۔"

(سیرت حلبیہ: ج، اول، ص ۱۸۲، بحوالہ ضیاء النبی جلد دوم)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا میں نے اس بارے میں آج تک نہیں سنا، جب تک میں اپنے والد سے مشورہ نہ کرلوں میرے لئے کوئی فیصلہ کرنا مشکل ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے علی! تم اسلام نہیں لانا چاہتے تو کم از کم اس راز کو افشا تو نہ کرو۔

Marfat.com

ایک رات یوں ہی گزر گئی پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کو نورِ ایمان سے روشن کر دیا تو وہ صبح سویرے ایمان لے آئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے بروز سوموار حضور نبی کریم ﷺ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو نماز پڑھتے دیکھا اور بروز منگل انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔ جب آپ نے اسلام قبول کیا تو اس وقت ان کی عمر آٹھ سال تھی ایک روایت میں دس سال بیان کی گئی ہے تاہم آپ بالغ نہیں ہوئے تھے لیکن سن تمیز کو ضرور پہنچ چکے تھے۔ ابتداء میں آپ نے اپنا ایمان اپنے والد سے پوشیدہ رکھا مگر یہ راز فاش ہوگیا۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول کریم ﷺ نے فرمایا: کل میں یہ جھنڈا ضرور اس کو شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح مرحمت فرمائے گا لوگ تمام رات اسی حسرت میں رہے کہ دیکھیے صبح کس خوش نصیب کو جھنڈا عطا فرمایا جائے گا۔ جب صبح ہوئی تو ہر ایک یہ تمنا لئے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ جھنڈا اسے مرحمت ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: علی بن ابو طالب کہاں ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا کہ یارسول اللہ ﷺ! ان کی آنکھیں دکھتی ہیں فرمایا انہیں بلا لاؤ پس انہیں آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن لگا دیا اور ان کے لئے دعا فرمائی پس وہ اس طرح شفایاب ہو گئے جیسے انہیں تکلیف ہی نہیں ہوئی تھی۔ پھر آپ نے انہیں جھنڈا عطا فرمایا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! اس وقت تک لڑوں جب تک وہ مسلمان نہ ہو جائیں۔ فرمایا: خاموشی کے ساتھ جاؤ اور جب تم ان کے میدان میں اترو تو پہلے انہیں اسلام کی طرف بلانا اور جو ان پر واجب ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور انہیں بتایا پس خدا کی قسم اگر تمہاری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ایک آدمی کو بھی ہدایت دے دی تو یہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں کے ہونے سے بہتر ہے۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ خیبر کے لئے حضرت علی

Marfat.com

کرم اللہ وجہہ الکریم کی آنکھیں دکھنے کے باعث حضور نبی کریم ﷺ نے انہیں فوج میں شامل نہیں ہونے دیا اور انہیں پیچھے رہنے دیا۔ انہوں نے سوچا کہ میں رسول اللہ ﷺ کا ساتھ چھوڑ کر رہ گیا ہوں پس حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نکل کھڑے ہوئے اور رسول اللہ ﷺ سے جا ملے جب اس رات کی شام ہوئی جس کی صبح کو اللہ تعالیٰ نے فتح مرحمت فرمائی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صبح یہ جھنڈا میں ضرور ایسے شخص کو دوں گا یا ایسے شخص کے سپرد کروں گا جس کو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ دوست رکھتے ہیں یا یہ فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو دوست رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں فتح سے نوازے گا۔ اچانک ہماری ملاقات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ہوئی حالانکہ ان کی آنے کی کوئی امید نہ تھی پس رسول اللہ ﷺ نے جھنڈا انہیں عطا فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں فتح عطا فرمائی۔

وادی خیبر

مدینہ سے چند منزل دور خیبر عہدِ نبوی کا اسرائیل بن چکا تھا۔ مدینہ سے نکالے گئے یہودی بھی وہیں جمع ہو گئے تھے سب اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں مصروف تھے، عرب قبائل سے جوڑ توڑ کر کے انہیں مسلمانوں کے خلاف ابھارتے رہتے تھے۔ خیبر میں یہودیوں کے چھ قلعے تھے اور بیس (۲۰) ہزار تجربہ کار جنگ جو جن کے پاس وافر مقدار میں سامان رسد و حرب موجود تھا۔ یہودیوں کو اپنے قلعوں کی مضبوطی اور جنگی ساز و سامان پر مکمل ناز و بھروسہ تھا۔ وہ اپنے حلیف عرب قبائل کے ساتھ مل کر مدینہ پر حملہ کی تیاریوں کی منصوبہ بندی میں لگے ہوئے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ کو ان کے عزائم اور تیاریوں کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ سولہ سو جانثاروں کے ہمراہ اچانک خیبر پہنچ گئے اور یہودیوں کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا محاصرہ بیس دن جاری رہا اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے دلوں میں نفاق پیدا کر دیا اور وہ متحد ہو کر نہ لڑ سکے۔ یکے بعد دیگرے ان کے پانچ قلعے فتح ہو گئے مگر چھٹا

Marfat.com

قلعہ جسے قلعہ قموص کہتے تھے یہ بڑا مستحکم تھا اور اس کا سردار مرحب تھا جو عرب کے مشہور بہادروں میں شمار ہوتا تھا۔ متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس قلعہ پر حملہ کیا مگر کامیابی نہ مل سکی۔ فتح میں غیر معمولی تاخیر ہوتی دیکھ کر ایک شام حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کل میں جھنڈا اسے دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح دے گا اور جسے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ سے محبت ہے اور اللہ اور اس کا رسول ﷺ بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔

فاتح قلعہ ناعم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم

متعدد سیرت نگاروں نے اپنی اپنی تالیفات میں لکھا ہے کہ مرحب، اپنے بھائیوں کے ہمراہ اسی قلعہ میں موجود تھا اور سید علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے اس کی جنگ اسی قلعہ کے دروازے کے سامنے ہوئی جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو کبھی کبھی درد شقیقہ کی تکلیف ہوتی تھی یہ تکلیف ایک دو روز جاری رہتی تھی جب حضور خیبر میں تشریف لائے تو پھر اس درد شقیقہ کی تکلیف ہوگئی۔ جس کی وجہ سے آپ باہر تشریف نہ لا سکے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنا پرچم عطا فرما کر بھیجا جنہوں نے ان کے ساتھ شدید جنگ کی لیکن قلعہ فتح نہ ہوا۔ دوسرے روز حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سرکار دو عالم ﷺ کا پرچم لے کر قلعہ پر حملہ کیا اور شدید جنگ کی جو پہلے دن سے بھی زیادہ سخت تھی لیکن قلعہ فتح نہ ہوا۔

بارگاہِ رسالت میں صورتِ حال عرض کی گئی، حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"لَأُعْطِيَنَّ رَايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَيْهِ لَيْسَ بِفَرَّارٍ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ يَأْخُذُهَا عَنْوَةً

کل میں یہ جھنڈا اس شخص کو دوں گا جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اس قلعہ کو فتح فرمائے گا وہ شخص فرار نہیں ہوگا وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرنے والا ہوگا اور قوت بازو سے اس قلعہ پر قابض ہو جائے گا۔

Marfat.com

حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سن لیا، ان کی یہ رات پیچ و تاب کھاتے ہوئے گزری۔ ہر ایک کی خواہش تھی کہ یہ سعادت اس کو نصیب ہو۔ جب صبح ہوئی تو سارے مجاہدین بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ وہ یہ جاننے کے لئے از حد بے قرار تھے کہ وہ کون خوش نصیب ہے جس کو آج پرچم عطا فرمائے گا۔

سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم آشوب چشم کی تکلیف کے باعث مدینہ طیبہ سے حضور ﷺ کے ہم رکاب خیبر کی طرف روانہ نہیں ہو سکے تھے۔ جب سرکار دو عالم ﷺ مدینہ طیبہ سے روانہ ہو گئے تو علی المرتضیٰ نے اپنے دل میں کہا کہ رسول اللہ ﷺ جہاد پر تشریف لے جائیں اور میں پیچھے رہ جاؤں؟ بخدا ایسا ہرگز نہیں ہوگا چنانچہ دکھتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ اپنے آقا کے پیچھے روانہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ خیبر میں حضور ﷺ کے قریب جا کر اپنی اونٹنی بٹھائی اور حالت یہ تھی کہ آنکھوں پر پٹی بندھی تھی۔ اس روز جب حضور ﷺ نماز جمعہ ادا فرما چکے تو جھنڈا منگوایا اور کھڑے ہو کر لوگوں کو وعظ فرمایا، پھر پوچھا اَیْنَ عَلِیٌّ علی کہاں ہیں؟ عرض کی گئی ان کی دونوں آنکھیں دکھتی ہیں۔ اس لئے یہاں موجود نہیں۔ حضور ﷺ نے انہیں بلا بھیجا۔ حضرت محمد بن سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ آپ کو بلانے کے لئے میں گیا۔ میں ان کا ہاتھ پکڑ کر حضور ﷺ کی خدمت میں لے آیا۔ رحمت عالم ﷺ نے پوچھا علی! تمہیں کیا ہے؟ عرض کی: یارسول اللہ ﷺ آنکھیں دکھنے لگی ہیں اور مجھے اپنے سامنے کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ آپ نے فرمایا میرے نزدیک آجاؤ۔ سیدنا علی فرماتے ہیں میں نزدیک ہوا۔ حضور ﷺ نے میرا سر اپنی گود مبارک میں رکھا، پھر اپنا لعاب دہن ہاتھوں پر لگا کر میری آنکھوں پر ملا تو میں اسی وقت صحت یاب ہو گیا گویا مجھے کبھی آشوب چشم کی تکلیف ہوئی نہ تھی۔ اس لعاب دہن کی برکت سے ساری عمر آپ کی آنکھوں کو کبھی تکلیف نہ ہوئی۔ پھر حضور ﷺ نے انہیں پرچم عطا فرمایا۔

Marfat.com

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! کیا میں ان سے اس وقت تک جنگ جاری رکھوں جب تک کہ وہ مسلمان ہوجائیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: آہستہ آہستہ ان کے میدان میں جاؤ اور وہاں پہنچ کر انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دو۔ نیز انہیں بتاؤ کہ اگر وہ مسلمان ہوجائیں گے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے کون سے حقوق ان پر واجب الاداء ہوں گے۔ اے علی! بخدا! اگر اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعے ایک شخص کو بھی ہدایت دے دے تو وہ تمہارے لئے اس سے بدرجہا بہتر ہے کہ تمہیں سرخ اونٹ دیئے جائیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم رخصت ہو کر قلعہ کے سامنے تشریف لے گئے۔ اور جا کر جھنڈا اگاڑ دیا۔ ایک یہودی نے اس قلعہ کی چھت سے جھانکا اور آپ کو دیکھ کر پوچھا۔ آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں علی ہوں یہودی کے منہ سے نکلا کہ اس خدا کی قسم! جس نے موسیٰ پر تورات نازل کی آپ یہودیوں پر غالب آجائیں گے۔

یہودیوں کی طرف سے قلعہ سے جو شخص پہلے نکلا وہ مرحب کا بھائی حارث تھا اس نے آکر دعوت مبارزت دی۔ سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ اس کا مقابلہ کرنے کے لئے نکلے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پلک جھپکتے ہی اس کا کام تمام کردیا جو یہودی حارث کے ہمراہ تھے وہ بھاگ کر اپنے قلعہ میں واپس آگئے۔ پھر ایک دوسرا یہودی جو طویل القامت بھرے ہوئے جسم کا مالک تھا اس کو عامر کہتے ہیں وہ مقابلہ کے لئے نکلا تو حضور ﷺ نے فرمایا اس پانچ گزے کو تم دیکھ رہے ہو؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اس کے مقابل ہوئے آپ رضی اللہ عنہ نے اس پر کئی وار کئے مگر وہ اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اس کی پنڈلیوں پر وار کیا تو وہ گھٹنوں کے بل گر پڑا آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو بھی جہنم رسید کرکے اس کے ہتھیار اٹھا لئے پھر ایک اور یہودی نکلا جسے یاسر کہتے تھے۔

اس نے رجزیہ اشعار پڑھے کہ میں یہودیوں کے بڑے طاقتور اور بہادر سپاہیوں

Marfat.com

سے ہوں اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا نیزہ تھا جس سے وہ لوگوں کو ہانکتا تھا اس کا مقابلہ کے لئے بھی شیر خدا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نکلے مگر حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے کہا میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ میرے اور اس کے درمیان حائل نہ ہوں چنانچہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ درمیان سے ہٹ گئے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ اور حضور نبی کریم ﷺ کی پھوپھی رضی اللہ عنہا نے جب یہ منظر دیکھا تو عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ شخص میرے بیٹے کو قتل کر دے گا؟ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''بلکہ ان شاء اللہ تیرا بیٹا اسے واصل جہنم کرے گا۔ اس میں کیا مجال کی تیرے بیٹے کا ایک بال بھی ٹیڑھا کر سکے۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ رجز پڑھتے ہوئے اس سے نبرد آزما ہوئے اور انہوں نے اپنی تلوار کی ایک ہی ضرب سے اس کو واصل جہنم کر دیا۔ جب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اس یہودی کو واصل جہنم کیا تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا میرا چچا اور خالو تم پر قربان ہوں۔ نیز فرمایا ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے میرا حواری میری پھوپھی کا لڑکا زبیر رضی اللہ عنہ ہے۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مرحب اپنی تلوار لہراتا ہوا میدان میں نکلا اس کے سر پر زرد رنگ کا خود تھا جو یمنی تھا اس نے یہ رجز پڑھتے ہوئے مسلمانوں کو دعوت مبارزت دی۔

پورا خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں ہتھیاروں سے مسلح ہوں تجربہ کار بہادر ہوں جب شیر مجھ پر حملہ کرتے ہیں تو میں جوش سے بھڑک اٹھتا ہوں۔

اس کے مقابلہ میں حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ نکلے اور آپ رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار پڑھے:

پورا خیبر جانتا ہے کہ میں عامر ہوں میں اسلحہ سے لیس ہوں بہادر ہوں خطرات میں کود

Marfat.com

جانے والا ہوں۔

ہر دو نے ایک دوسرے پر وار کئے مرحب کی تلوار حضرت عامر رضی اللہ عنہ کی ڈھال پر لگی حضرت عامر رضی اللہ عنہ جھک کر اس پر اپنی تلوار سے وار کیا۔ آپ کی تلوار چھوٹی تھی وہ آپ کی گھٹنے کی ہڈی پر لگی جس کے باعث وہ شہید ہو گئے۔ مرحب پھر شیر کی طرح دھاڑتا ہوا میدان میں آیا رجز یہ اشعار پڑھ کر مقابل کا مطالبہ کیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اس کے غرور کو خاک میں ملانے کے لئے خود میدان میں آئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے سرخ رنگ کا جبہ پہنا ہوا تھا اور یہ رجز پڑھتے ہوئے میدان میں آئے۔

میں وہ ہوں جس کی ماں نے اس کا نام حیدر رکھا ہے جنگل کے شیروں کی طرح میں بڑا خوفناک ہوں میں ان کو ایک صاع کے بدلے بہت بڑے پیالے میں ماپ کر دوں گا۔

آپ نے ذوالفقار حیدری سے وار کیا جو مرحب کے سر پر لگا آپ کی تلوار اس کا فولادی خود کاٹتی ہوئی اس کے دانتوں سے اترتی ہوئی سر کو کاٹ کر تن سے جدا کر دیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے مرحب کو قتل کر کے اس کا سر کاٹ کر بحضور نبوی ﷺ لے کر حاضر ہوئے اسے امام احمد نے روایت کیا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے مرحب کو محمد بن مسلمہ نے قتل کیا لیکن صحیح مسلم میں سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مرحب کو قتل کرنے والے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔

ایک سجدہ کئے بغیر جنت میں داخل ہونے والا خوش نصیب حبشی

قلعہ ناعم والوں نے جب ہتھیار سجا لئے اور جنگ کے لئے تیار ہو گئے تو ایک یہودی کے سیاہ فام غلام نے اپنے مالک سے پوچھا تمہارا کیا ارادہ ہے؟ اس نے بتایا کہ ہم اس شخص سے لڑنا چاہتے ہیں جو یہ کہتا ہے میں نبی ہوں۔ یہودیوں کی زبان سے نبی

Marfat.com

کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سن کر اس حبشی غلام نے اپنا ریوڑ لیا اور اسے چرانے کے لئے باہر نکل آیا مسلمانوں نے اسے گرفتار کرلیا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے آئے۔

ابن عقبہ کہتے ہیں کہ وہ خود اپنے ریوڑ کو لے کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے گفتگو کی اس نے پوچھا آپ کیا کہتے ہیں اور کس بات کی دعوت دیتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں اسلام لانے کی دعوت دیتا ہوں کہ تم گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی معبود نہیں اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اس نے کہا اگر میں یہ شہادت دے دوں تو مجھے کیا ملے گا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر تو ایمان لے آتا ہے تو تجھے جنت ملے گی۔ پس وہ سیاہ فام یہودیوں کا غلام مسلمان ہوگیا۔

اس نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں ایسا شخص ہوں جس کی رنگت کالی ہے جس کا چہرہ خوبصوت نہیں ہے جس سے بدبو آتی ہے میرے پاس کوئی مال بھی نہیں ہے اگر میں یہودیوں سے جنگ کروں اور مارا جاؤں تو کیا میں جنت جاؤں گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جی ضرور تو جنت جائے گا۔

وہ سیاہ فام غلام عرض کرتا ہے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس میرے مالکوں کی بکریاں ہیں یہ ان کی امانت ہیں ان کا کیا کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انہیں لشکر سے باہر لے جاؤ اور اپنے مالکوں کی طرف ہانک کر انہیں کنکریاں مار کر بھگا دو تمہاری طرف سے ان کی امانت ادا ہوجائے گی اس نے ایسا ہی کیا جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا وہ بکریاں اکٹھی ہوگئیں اور اپنے مالکوں کیطرف دوڑ پڑیں ہر بکری اپنے اپنے مالک تک پہنچ گئی مگر وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ دیانت داری سن کر بڑا متعجب ہوا۔

وہ سیاہ فام غلام میدان جنگ میں گیا اور یہودیوں سے لڑنا شروع کردیا جس پر اسے ایک تیر لگا جس کی وجہ سے وہ شہید ہوگیا۔ یوں کلمہ پڑھ کر مسلمان ہونے کے بعد ایک سجدہ بھی نہیں کیا مگر جام شہادت نوش کر کے جنت کی ابدی نعمت حاصل کرگیا۔ مسلمان اسے اٹھا.

Marfat.com

کر لے آئے حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اسے خیمہ میں لے جاؤ جب آپ ﷺ جنگ سے فارغ ہوئے تو اس سیاہ فام حبشی غلام کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: "اے حبشی غلام تیرے چہرے کو اللہ تعالیٰ نے روشن کر دیا ہے اور تیری بدبو کو اللہ تعالیٰ نے خوشبو سے تبدیل کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے تیرے مال کو بڑھا دیا ہے

آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے دو حوروں کو دیکھا جو اس سیاہ فام غلام کے چہرے پر گرد وغبار کو صاف کر رہی ہیں اور یہ کہہ رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو خاک آلود کرے جس نے تیرے چہرے کو غبار آلود کیا اور اسے ہلاک کرے جس نے تجھے شہید کیا۔

(سیرت نبویہ: ج ۳، ص ۳۶۱۔ بحوالہ ضیاء النبی ﷺ)

مبارک ہو تمہارے بھائی کا قاتل مر گیا

قلعہ ناعم کے محاصرہ کے دنوں میں ایک دن جب جنگ کی شدت میں کمی آئی تو محمود بن مسلمہ قلعہ کی دیوار کے سائے میں ستانے کے لئے بیٹھ گئے چونکہ شدید گرمی تھی اس لئے اپنا خود اتار دیا یہودیوں نے جب آپ کو دیوار کے سایے میں بیٹھے دیکھا تو انہوں نے یہ موقع غنیمت جانا ان میں مرحب بھی تھا وہ قلعہ کی چھت پر گیا اور وہاں پڑے ہوئے چکی کے پاٹ کو اس نے اس کے سر پر گرا کر کچل دیا۔

جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے مرحب کو واصل جہنم کیا تو حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت محمود بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے بھائی سے کہا:

اے محمد! تمہیں مبارک ہو تمہارے بھائی کا قاتل قتل کر دیا گیا ہے۔

یہ سن کر محمد بن مسلمہ کی خوشی کی کوئی انتہاء نہ رہی جس روز مرحب واصل جہنم ہوا اسی دن محمود بن مسلمہ رضی اللہ عنہ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے۔

مرحب کے مارے جانے کے بعد یہودیوں پر دہشت طاری ہو گئی پھر ان میں سے کوئی مبارز طلب نہ ہوا۔ عام حملہ ہوا گھمسان کی لڑائی کے بعد ناقابلِ تسخیر سمجھا جانے والا

Marfat.com

قلعہ قموص فتح ہوگیا۔ ترانوے یہودی مارے گئے بیس مسلمان شہید ہوئے۔ قموص کی تسخیر کے بعد پوری وادی خیبر مسلمانوں کے قبضے میں آ گئی۔

حضرت عبدالعزیز بن حازم نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ ایک آدمی نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے شکایت کی کہ فلاں شخص منبر پر بیٹھ کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو برا بھلا کہتا ہے۔ انہوں نے دریافت کیا۔ آخر وہ کیا کہتا ہے؟ جواب دیا وہ ان کو ابوتراب کہتا ہے۔ یہ ہنس پڑے اور فرمایا: خدا کی قسم ان کا یہ نام تو حضور نبی کریم ﷺ نے رکھا ہے اور خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو یہ نام اپنے اصلی نام سے زیادہ پیارا ہے پس راوی کو حضرت سہل سے پوری حدیث سننے کی طمع پیدا ہوئی اور کہنے لگے۔ اے ابو عباس واقعہ کیا تھا؟ فرمایا: حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ایک دن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور پھر مسجد میں آ کر لیٹ گئے نبی کریم ﷺ نے ان سے پوچھا تمہارے چچا کا بیٹا کہاں ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ مسجد میں ہیں۔ آپ ﷺ تشریف لے گئے اور انہیں دیکھا کہ چادر ان کی پیٹھ سے ہٹ گئی ہے اور ان کی پیٹھ مٹی سے آلودہ ہوگئی تھی آپ ﷺ ان کی پیٹھ سے مٹی جھاڑنے لگے اور دو مرتبہ فرمایا اے ابوتراب اٹھو۔

حدیث ہذا سے واضح ہوا کہ بعض اوقات جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ و فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا میں شکر رنجی ہوجایا کرتی تھی۔ بلکہ حق الیقین کی روایت سے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ بہت ہی شدید ناراضگی ہوجایا کرتی تھی ظاہر ہے کہ ناراضگی بغیر ایذا کے نہیں ہوسکتی، حدیث ہذا کے اس پہلو پر اگر آپ دیانتداری سے غور کریں تو یہ واضح ہوجاتا ہے کہ اگر بخاری میں یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہوگئیں؟ تو اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا و علی رضی اللہ عنہ میں بھی ناراضگی ہوجایا کرتی تھی۔ پھر اسکے ساتھ اس روایت کو بھی لیجیے جس میں یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جس نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ایذا پہنچائی اس نے مجھے ایذا پہنچائی، پھر صغریٰ کبریٰ ملا کر جو الزام حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر

Marfat.com

قائم کیا جائے گا تو کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ پر وہی الزام قائم نہیں ہوگا، اسکے بعد امام نے ایک حدیث ذکر کی ہے۔ جس کا مضمون یہ ہے: اہل صفہ ستر نفر تھے جن کی غربت کا یہ عالم تھا کہ کسی کے پاس صرف تہبند تھا چادر نہ تھی یا کمبل تھا جس کو وہ اپنی گردنوں میں باندھ لیتے اور وہ بھی نصف پنڈلی تک پہنچتے تھے اور بعض کے ٹخنوں تک۔

کیا مسجد میں سونا جائز ہے: ان احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ بضرورت مسجد میں سونا جائز ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اب ہر کوئی مسجد میں ڈیرے ہی جمادے اور اسے گھروں کی طرح استعمال کرنا شروع کردے۔ مسجد میں اگر بضرورت رہنا پڑ جائے تو اس کے آداب کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے، فقہاء احناف نے تصریح کی ہے کہ معتکف اور پردیسی کے سوا کسی کو مسجد میں کھانا پینا، سونا جائز نہیں لہٰذا جب کھانے پینے وغیرہ کا ارادہ ہوتو اعتکاف کی نیت کرلے۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ مسجد میں سونے کو مکروہ قرار دیتے ہیں حضرت امام مالکؒ نے فرمایا میں یہ پسند نہیں کرتا کہ جس کا گھر بار ہو وہ مسجد میں سوئے۔

(عمدۃ القاری، جلد ۴، صفحہ ۱۹۹)

حضرت سعد بن عبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی آیا حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور ان سے شانِ عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں استفسار کیا انہوں نے ان کے نیک اعمال بیان کر کے فرمایا یہ باتیں تجھے بری لگی ہوں گی؟ اس نے کہا: ہاں، انہوں نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ تجھے ذلیل وخوار کرے پھر اس نے شان علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے متعلق پوچھا تو انہوں ان کی بھی خوبیاں بیان کیں اور فرمایا وہ ایسے ہیں کہ ان کا گھر حضور نبی کریم ﷺ کے گھروں کے درمیان ہے اور پوچھا کہ یہ باتیں بھی تجھے بری لگی ہوں گی؟ جواب دیا: ہاں، فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھے ذلیل وخوار کرے جا دفع ہو جا اور مجھے نقصان پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرنا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے محاسن آپ رضی اللہ عنہ نے تمام غزوات بشمول

Marfat.com

غزوہ بدر کے شریک ہوئے۔ قلعہ خیبر آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں فتح ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں یہودی مرحب واصل جہنم ہوا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا گھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھروں کے درمیان تھا۔ (عمدۃ القاری: ج ۱۶، ص ۳۰۰)

ایک انصاری صحابی حضرت حارث بن نعمان رضی اللہ عنہ نے یہ مکان دیا تھا جو حجرہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہم سے بیان کیا کہ بے شک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو چکی پیسنے سے تکلیف ہوتی تھی وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں شکایت کرنے کی غرض سے گئیں لیکن دولت خانہ پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ پایا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا موجود تھیں انہیں وجہ بتادی۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہوئے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے آنے کہ وجہ بتائی پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے جب کہ ہم اپنے بستروں میں لیٹے ہوئے تھے۔ میں اٹھنے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنی اپنی جگہ رہو پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان رونق افروز ہوگئے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک قدموں کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتادوں جو اس سے بہتر ہے جس کا تم نے مجھ سے سوال کیا؟ جب تم اپنے بستروں پر لیٹنے لگو تو چونتیس (۳۴) مرتبہ اللہ اکبر تینتیس (۳۳) مرتبہ سبحان اللہ اور تینتیس (۳۳) مرتبہ الحمد للہ پڑھ لیا کرو یہ تم دونوں کے لئے خادم سے بہتر ہے۔ (بخاری)

حضرت سعد سے مروی ہے کہ میں نے ابراہیم بن سعد سے سنا انہوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ارشاد فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ میرے ساتھ تمہاری وہی نسبت ہے جو حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔ (بخاری)

Marfat.com

جب حضور نبی کریم ﷺ نے تبوک کی طرف روانہ ہوئے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو مدینہ میں اپنا خلیفہ بنایا تو انہوں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ کیا آپ مجھے بچوں میں چھوڑے جا رہے ہیں تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کیا تم اس بات پہ راضی نہیں ہو کہ تم میرے لئے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے ہارون علیہ السلام تھے۔۔۔الخ، تو حضور نبی کریم ﷺ نے یہ مثال دی کہ جب حضرت موسیٰ کلیم اللہ طور پر تشریف لے گئے تو حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا خلیفہ بنا گئے۔اس سے یہ مراد قطعاً نہیں کہ آپ کے وصال کے بعد بھی آپ کے خلیفہ ہوں گے کیونکہ حضرت ہارون علیہ السلام کی وفات حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام سے پہلے ہو گئی تھی اور حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ کلیم اللہ کے ان کی زندگی میں خلیفہ بنے اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم بھی حضور نبی کریم ﷺ کے حیات میں خلیفہ بنے جب آپ ﷺ غزوہ تبوک کی جانب تشریف لے گئے۔(عمدۃ القاری: ج ۱۶، ص ۳۰۱)

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ اقْضُوا كَمَا كُنْتُمْ تَقْضُونَ فَإِنِّي أَكْرَهُ الْاخْتِلَافَ حَتَّى يَكُونَ لِلنَّاسِ جَمَاعَةٌ أَوْ أَمُوتُ كَمَا مَاتَ أَصْحَابِي فَكَانَ ابْنُ سِيرِينَ يَرَى أَنَّ عَامَّةَ مَا يُرْوَى عَلَى عَلِيٍّ الْكَذِبُ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ انہوں نے اہل عراق کو کہا کہ تم جیسے پہلے فیصلہ کرتے تھے اسی طرح فیصلہ کرتے رہو کیونکہ میں اختلاف کو برا سمجھتا ہوں اور لوگوں کو متحد رہنا چاہیے یا مجھے موت آجائے جس طرح میرے ساتھی موت کی آغوش میں چلے گئے ہیں۔امام ابن سیرین کا خیال ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے خلاف اکثر روایتیں جھوٹی ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم جب عراق تشریف لائے تو انہوں نے کہا کہ جس طرح

Marfat.com

تم پہلے فیصلہ کرتے تھے اب بھی اسی طرح فیصلہ کرتے رہو اس کا سبب یہ ہے کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم عراق آئے تو انہوں نے کہا کہ میری رائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کہ مطابق تھی کہ ام الولد کو آزاد کر دیا جائے لیکن اب میں انہیں بدستور باندی قرار دیتا ہوں تو عبیدہ رضی اللہ نے کہا آپ رضی اللہ عنہ کی وہ رائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے رائے کے مطابقت تھی اور آج کی رائے سے بہتر ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے کہا تم ایسے ہی فیصلے کرو جیسے پہلے کرتے تھے میں ناپسند کرتا ہوں اختلاف کو یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ اختلاف کو ناپسند کرتا ہوں علامہ کرمانی نے کہا کہ جب اختلاف امت رحمت ہے تو پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اس اختلاف کو کیوں ناپسند کرتے ہیں علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ وہ اختلاف جو نزاع اور فتنہ کی طرف لے جائے وہ مکروہ ہے، علامہ ابن سیرین یعنی محمد بن سیرین نے کہا جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے عام روایات مروی ہیں وہ جھوٹ و افتراء ہیں، اور ام الولد کی بیع میں صدر اول میں اختلاف تھا حضرت علی، حضرت ابن عباس، حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہم سے ان بیع کی اباحت منقول ہے اور اسی طرف گئے ہیں داؤد، بشر بن غیاث، اور یہی قول قدیم شوافع کا ہے اور احمد کی روایت میں ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے رجوع کر لیا تھا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنی باندی سے وطی کی پھر بچہ پیدا ہوا تو وہ اس باندی کے مرنے کے بعد آزاد ہوگا، اسے امام احمد، ابن ماجہ اور دار قطنی نے روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری: ج ۱۶، ص ۳۰۲)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شادی

جنگ بدر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی محبوب ترین صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے شادی کرا دی اور فرمایا کہ پیاری بیٹی میں نے اپنے خاندان کے بہترین شخص سے تیری شادی کی ہے۔

Marfat.com

شادی کے لئے ضروری سامان کی خریداری

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے شادی کے ضروری ساز وسامان کی خریداری کے لئے اپنی زرہ مدینہ کے بازار میں لے گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وہ زرہ چار سو درہم میں خرید لی بعدازاں وہ زرہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو تحفہ میں دے دی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم وہ زرہ اور درہم لے کر حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ عرض کیا آپ ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حق میں کلمات خیر فرمائے۔ یوں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے خانہ داری کے ضروری سامان اور ولیمہ کا انتظام کیا۔

حضرت فاطمہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کا جہیز

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جہیز میں چمڑے کا ایک گدا جس میں کھجور کے پتے بھرے تھے بان کی چارپائی ایک چادر، آٹا پیسنے کی چکی، ایک چھاگل، ایک مشک اور دو مٹی کے گھڑے تھے

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی تقریب

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی تقریب میں مہاجرین وانصار میں حضرت حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت عثمان غنی حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور اتنی ہی تعداد میں انصار نے شرکت کی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی دعوت ولیمہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دعوت ولیمہ میں کھجوریں، جو کی روٹی، پنیر اور ایک خاص قسم کا شوربا تھا۔

یہ تھی جنتی عورتوں کی سردار سیدہ فاطمہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی شادی کی سادہ سی تقریب۔

Marfat.com

ایک انصاری صحابی حضرت حارث بن نعمان رضی اللہ عنہ نے حجرہ نبوی کے پاس اس شادی شدہ جوڑے کے لئے مکان دیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اولاد

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے تین صاحبزادے۔ حضرت حسن، حضرت حسین اور محسن اور دو صاحبزادیاں حضرت ام کلثوم اور حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہم پیدا ہوئے۔ حضرت محسن بچپن میں ہی وصال فرما گئے جب کہ باقی چاروں نے تاریخ اسلام میں نمایاں کردار ادا کیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کی زندگی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے دوسری شادی نہیں کی۔

سرایا بنی سعد

فتح خیبر کے بعد حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو سو سواروں کا ایک دستہ دے کر بنی سعد کے مقابلے کے لئے فدک بھیجا یہ قبیلہ خیبر کے یہودیوں کی امداد کے لئے جمع تھا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اللہ تعالیٰ نے کامیابی سے ہمکنار فرمایا: بنی سعد بھاگ گئے۔

یمن میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی تعیناتی

فتح مکہ کے بعد حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو قبیلہ ہمدان کی طرف تبلیغ اسلام کے لئے روانہ فرمایا ان کی سعی جمیلہ سے سارا قبیلہ مسلمان ہو گیا۔

قبیلہ طے کا بت

۹ ہجری کو ربیع الاول کے ماہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم قبیلہ طے کا بت الفلس توڑنے کے لئے روانہ ہوئے انہوں نے جا کر وہ بت توڑا اور مال غنیمت اور قیدی لے کر واپس لوٹے انہی میں حاتم طائی کی بیٹی سفانہ بھی تھی حضور نبی کریم ﷺ نے اس سارے قبیلے کو آزاد کر دیا سفانہ کی کوششوں سے اس کا مفرور بھائی عدی بن حاتم بھی مسلمان ہو گیا

Marfat.com

عدی جنگ جمل وصفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ ہو کر لڑا۔

یمن کے قاضی

جب حضور رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو یمن کا قاضی بنا کر روانہ فرمایا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے عرض کی آپ ﷺ مجھے جس قوم کی طرف قاضی بنا کر بھیج رہے ہیں اس میں مجھ سے زیادہ عمر رسیدہ اور تجربہ کار لوگ موجود ہوں گے ان کے معاملات کا فیصلہ کرنا میرے لئے مشکل ہوگا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سینہ پر اپنا دست مبارک رکھا اور دعا فرمائی ''اے اللہ! علی کی زبان کو راست گو بنادے اور اس کے دل کو ہدایت کے نور سے منور فرمادے'' اس کے بعد حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے سر پر عمامہ باندھا اور روانہ کیا۔

سب سے بڑے قاضی

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا میرے صحابہ میں مقدمات کے سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے ''اقضی ھم علی'' حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔ بعد میں حضور نبی کریم ﷺ کا یہ جملہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بھی کئی مرتبہ دہرایا۔

غدیر خم

حجۃ الوداع سے واپسی کے موقع پر راستہ میں بعض افراد نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے بارے میں معترضانہ چہ میگوئیاں کیں جو حضور نبی کریم ﷺ تک پہنچیں آپ ﷺ نے جحفہ سے تین میل کے فاصلہ پر غدیر خم نامی گاؤں میں پڑاؤ ڈالا اور ایک خطبہ دیا جس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی تعریف کی اور باتوں کے علاوہ فرمایا'' جس کا میں مولا علی بھی اس کا مولا ہیں۔ (مولا۔ دوست، حامی۔ یار و مددگار۔ ہمسایہ، آقا، آزاد کردہ غلام وغیرہ سب کے مفہوم میں آتا ہے یہاں اس سے مراد دوست اور محب مراد

Marfat.com

ہے۔(لغت))

فرمایا: علی کا جو دشمن ہے وہ میرا دشمن ہے۔ اے اللہ! جو علی سے محبت کرے تو بھی اس سے محبت کر۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر حضرت علی کو گلے لگا لیا اور انہیں مبارک باد دی اور کہا کہ اپ سے آپ رضی اللہ عنہ میرے بھی مولا ہیں۔

شہادت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

جنگِ نہرواں کے بعد بچے کھچے خوارج بحرین اور احسا کی طرف نکل گئے اور وہاں اپنے مراکز قائم کر لئے، آئندہ زمانوں میں انہی مقامات سے مملکت اسلامیہ کے خلاف خفیہ سازشوں میں اور بعض خفیہ حملوں میں مصروف عمل رہے۔ انہوں نے بہت سے نیک مرد و عورتوں اور بچوں کو بڑی سفاکی کے ساتھ قتل کیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو بھی برا بھلا کہتے اور انہیں قتل کی دھمکیاں دیتے۔

یہ خوارج حضرت علی، حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم کو اسلامی دنیا میں اختلاف و انتشار اور فتنہ و فساد کا بانی مبانی سمجھتے تھے۔ چنانچہ تین خوارجی عبدالرحمن بن ملجم، برک بن عبداللہ اور عمرو بن بکر حج کے موقع پر اکٹھے ہوئے اور صورت حال کا جائزہ لیا، اور اس نتیجے پر پہنچے کہ نہروان میں ہمارے ہزاروں بھائی قتل ہو گئے ان کے بعد ہم جی کر کیا کریں گے؟ خود مرنے سے قبل کیوں نہ فتنہ و فساد کے بانیوں (حضرت) علی، (حضرت) معاویہ اور (حضرت) عمرو بن عاص (رضی اللہ عنہم) سے دنیا کو چھٹکارا دلا دیں۔ یہ لوگ گمراہی کے امام ہیں اور حکومت کے اہل نہیں ہیں۔ راہ خدا میں ان کا قتل جائز ہے۔ جب تک یہ زندہ ہیں امن و امان قائم نہیں ہو سکتا جو وقت کی اہم ضرورت ہے۔ علی سے تو ویسے بھی نہروان کے مقتولوں کا انتقام لینا ضروری ہے۔ تینوں اس پر متفق ہو گئے کہ علی۔ معاویہ اور عمرو بن عاص (رضی اللہ عنہم) کو قتل کر دیا جائے۔ عبدالرحمن بن ملجم (جو مصر کا باشندہ تھا) برک بن عبداللہ اور عمرو بن بکر نے بالترتیب حضرت علی، حضرت معاویہ اور

Marfat.com

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم کو قتل کرنے کا ذمہ لیا۔

یہ تینوں خارجی اپنے اپنے مشن پر روانہ ہو گئے انہوں نے رمضان المبارک کی ایک ہی تاریخ کو نماز فجر کے وقت تینوں بزرگوں پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا چنانچہ انہوں نے منصوبہ کے تحت ایک ہی تاریخ کو ایک ہی وقت میں تینوں نے حملہ کیا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر وار اوچھا پڑا وہ زخمی ہو گئے مگر علاج معالجہ سے ٹھیک ہو گئے عمرو بن عاص اتفاقی علالت کی وجہ سے اس دن فجر کی نماز کی امامت کے لئے تشریف نہیں لائے ان کی جگہ خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے اور وہ شہید ہو گئے۔ عبدالرحمن بن ملجم اور اس کے مقامی خارجی ساتھی شبیب بن اشجعی نے کوفہ کی جامع مسجد میں علی الصبح حضرت علی رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا اور وہ صلوٰۃ صلوٰۃ کی آوازیں لگا کر لوگوں کو نماز کے لئے بلا رہے تھے شبیب کا وار خالی گیا جب کہ ابن ملجم کی زہر آلود تلوار آپ رضی اللہ عنہ کی پیشانی پر پڑی اور فرق کو کاٹتی ہوئی دماغ تک پہنچ گئی۔ ساتھ ہی ابن ملجم نے کہا'' الحکم اللہ لا لك یا علی'' اے علی حکم اور فیصلہ اللہ کا حق ہے تمہارا نہیں) حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم گر گئے اور پکار کر کہا کہ حملہ آور بچ کر نہ جانے پائے۔ لوگ دوڑ پڑے شبیب تو بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گا ابن ملجم کو لوگوں نے پکڑ لیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے بھانجے نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد ابن ملجم کو آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے اللہ کے دشمن کیا میں نے تجھ پر احسانات نہ کئے تھے اس نے جواب دیا ضرور کیے تھے اس پر آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا پھر تو نے کس لئے میرے قتل پر کمر باندھی۔ ابن ملجم نے جواب دیا چالیس روز استخارہ کرتا رہا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہا کہ اس مخلوق میں سے جو بدترین ہو وہ قتل ہو جائے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا تو ہی وہ بدترین خلائق اور وہ مقتول ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم دو دن زندہ رہے اور اتوار کے روز جام شہادت نوش کیا۔

Marfat.com

محمد ابن سعد نے کہا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ کی شہادت ۱۷ رمضان بروز جمعہ ۴۰ ہجری ہے

ابن سعد کی دوسری روایت میں ۱۷ رمضان آپ پر حملہ ہوا اور انیس (۱۹) رمضان کو آپ شہید ہوئے۔

بعض مورخین نے آپ رضی اللہ عنہ کی تاریخ شہادت اکیس لکھی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی عمر

کسی روایت میں اٹھاون، کسی میں انسٹھ اور کسی میں تریسٹھ سال کسی میں پینسٹھ سال کسی میں ستر سال بیان کی گئی صحیح ترین قول کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ کی عمر تریسٹھ سال ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کو دارالامارت جامع مسجد کے قریب دفن کیا گیا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی مدت خلافت

آپ رضی اللہ عنہ چار سال نو ماہ خلیفہ رہے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ میرے بعد خلافت تیس سال رہے گی اس کے بعد بادشاہت آجائے گی اگر خلفائے اربعہ کی خلافت کی مدت کو شمار کیا جائے تو تیس سے چھ ماہ کا عرصہ کم ہوتا ہے جب کہ حضرت حسن بن علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے چھ ماہ شامل کئے جائیں تو حضور نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق تیس سال خلافت کی مدت پوری بنتی ہے۔

مقام علم وفضل

حضور سرکار دوعالم کی جوہر شناس نگاہوں نے حضرت علیؓ کی اس خداداد قابلیت و استعداد کا پہلے ہی اندازہ کر لیا تھا اور آپ کی زبانِ فیضِ ترجمان سے حضرت علیؓ کو ''باب مدینۃ العلم'' (یعنی جملہ علم وحکمت کے شہر کا دروازہ) کی سند مل چکی تھی چناں چہ حضرت علیؓ

Marfat.com

کے مقام علم وفضل کے متعلق حضور امام الانبیاء حضرت محمد مصطفی ﷺ فرماتے ہیں کہ: "میں جملہ علم وحکمت کا شہر ہوں اور حضرت علیؓ اس علم وحکمت کے شہر کا مرکزی دروازہ ہیں۔"

(جامع ترمذی، ابن عساکر، مشکوٰۃ المصابیح)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں علم وحکمت، فہم وفراست اور فقاہت وثقاہت کے اعتبار سے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا مقام ومرتبہ بہت اونچا اور بلند تر ہے۔ حضرت علیؓ نے حضور نبی کریمؐ سے تقریباً پانچ سو چھیاسی (586) احادیث مقدسہ روایت کی ہیں۔ آپ کے علمی نکات، فتاویٰ اور بہترین فیصلوں کا انمول مجموعہ! اسلامی علوم کے خزانوں کا قیمتی سرمایہ ہے۔

جاں نثاری وامانت داری

حضور سید عالم ﷺ نے جب اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کا ارادہ فرمایا تو آپؐ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بلا کر فرمایا: "مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت مدینے کا حکم ہو چکا ہے، اور میں آج ہی مدینہ طیبہ روانہ ہو جاؤں گا، لہٰذا تم میرے بستر پر میری سبز رنگ کی چادر اوڑھ کر سو جانا اور صبح قریش مکہ کی ساری امانتیں اور وصیتیں جو میرے پاس رکھی ہوئی ہیں، وہ ان کے مالکوں کے سپرد کر کے تم بھی مدینہ منورہ چلے آنا۔ چناں چہ حضرت علیؓ بغیر کسی خوف وخطر کے حضور اقدسؐ کے بستر مبارک پر سو گئے۔ صبح ہوئی تو کفار مکہ جورات بھر ناپاک ونامراد ارادے کے ساتھ کاشانۂ نبویؐ کا بہت سخت محاصرہ کیے ہوئے تھے، برہنہ تلواریں لے کر کاشانۂ مصطفویؐ میں داخل ہو گئے لیکن یہاں آ کر دیکھا کہ بستر نبویؐ پر حضور اکرمؐ کے بجائے آپ کا ایک جاں نثار موت وحیات سے بے پرواہ ہو کر سو رہا ہے۔ کفار مکہ یوں ہی ناکام ونامراد ہو کر واپس چلے گئے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رات بھر آرام وسکون کے ساتھ سویا اور صبح اٹھ کر لوگوں کی امانتیں اور وصیتیں ان کے مالکوں کے حوالے کر دیں۔ امانتوں کی

Marfat.com

ادائیگی کی وجہ سے میں تین دن مکہ معظمہ میں رہا اور پھر میں نے بھی مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر لی۔ آپ فرماتے ہیں کہ موت برحق ہے لیکن آج کی رات مجھے موت نہیں آسکتی کیوں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ علی تم یہ امانتیں ان کو مالکوں کو دے کر پھر مدینہ کی طرف ہجرت کرنا اور جب تک یہ امانتیں سپرد نہیں ہو جاتیں اور جب تک میں مدینہ ہجرت نہیں کر لیتا اس وقت موت نہیں آسکتی کیوں کہ یہ سرکار دو عالم ﷺ کا فرمان تھا۔

حضور نبی اکرم ﷺ کی حسنِ کفالت

حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضور سید عالمؐ کی بعثت سے دس سال پہلے پیدا ہوئے۔ ابو طالب چوں کہ کثیر العیال اور مالی و معاشی تنگی سے نہایت پریشان تھے، اس لیے حضور رحمت دو عالم ﷺ نے اپنے محبوب چچا کی تنگ دستی اور مفلسی سے متاثر ہو کر حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ ہمیں اس مصیبت و پریشان حالی میں چچا کا ہاتھ بٹانا چاہیے۔ چناں چہ حضرت عباسؓ نے حسب ارشادِ نبوی ﷺ حضرت جعفر طیارؓ کی کفالت کی ذمے داری لی اور خود حضور سید الکونین ﷺ کی نگاہِ انتخاب نے حضرت علیؓ کو پسند فرمایا۔ چناں چہ آغازِ طفولیت ہی سے حضرت علی مرتضیٰؓ آفتاب نبوت و رسالت حضور خاتم الانبیاءؐ کی حسن تربیت اور آغوشِ پرورش میں رہے۔ حضرت علیؓ نے ایام طفولیت ہی سے حضور سرور عالم ﷺ کے دامن رحمت و عاطفت میں تربیت پائی تھی، اس لیے آپؓ قدرتاً محاسنِ اخلاق اور حسن تربیت کے بہترین نمونہ تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بچپن ہی سے درس گاہِ نبوت میں تعلیم و تربیت حاصل کرنے کا زریں اور پر تقدس موقع ملا، جس کا سلسلہ ہمیشہ قائم و دائم رہا۔ مسند امام احمد میں آپؓ اس پر فخر و ناز کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ''میں روزانہ صبح کو معمولاً آپؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا کرتا تھا اور تقرب کا یہ درجہ میرے علاوہ کسی کو حاصل نہ تھا۔ چناں چہ اسی وجہ سے آپ کو حضور اکرمؐ کے تحریری کام کرنے کی سعادت بھی حاصل تھی۔ کاتبانِ وحی میں آپ کا

Marfat.com

اسم گرامی بھی سرفہرست نظر آتا ہے۔ آں حضرت ﷺ کی طرف سے جو فرامین و مکاتیب لکھے جاتے تھے، ان میں بعض آپ کے دست مبارک کے لکھے ہوئے تھے، چناں چہ "صلح حدیبیہ" کا صلح نامہ آپ نے ہی لکھا تھا۔

ہمت و شجاعت کے پیکر

شاہِ خیبر شکن امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی بے مثال ہمت و شجاعت اور شہرۂ آفاق جرأت و بہادری کی لازوال داستانوں کے ساتھ سارے عرب و عجم میں آپ کی قوتِ بازو کے سکے بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کے رعب و دبدبے سے بڑے بڑے پہلوانوں کے دل کانپ جاتے تھے۔ جنگِ تبوک کے موقع پر سرکار دو عالمؐ نے آپ کو مدینہ منورہ میں اپنا جانشین مقرر فرمایا تھا، اس لیے اس غزوہ میں آپ شریک نہ ہو سکے، اس کے علاوہ باقی تمام غزوات و سرایا میں آپ شریک ہوئے اور بڑی جاں بازی کے ساتھ کفار و مشرکین کا مقابلہ کیا اور بڑے بڑے بہادروں اور شہسواروں کو اپنی مایۂ ناز اور شہرۂ آفاق "ذوالفقارِ حیدری" سے موت کے گھاٹ اتارا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہما کو ایک دوسرے بھائی بنایا۔ حضرت علی کو فرمایا "أَنْتَ أَخِي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ" "آپ دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہیں۔ (جامع الترمذی ج:۲ص:۲۱۳ مناقب علی ابن ابی طالب)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا:

أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي

(جامع الترمذی ج:۲ ص:۲۱۴)

تم مجھ سے وہی نسبت رکھتے ہو جو حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ سے تھی مگر میرے بعد کوئی (نیا) نبی نہیں۔

Marfat.com

قوت اجتہاد

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فقہ و اجتہاد میں بڑی دسترس حاصل تھی۔ بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی قوت اجتہاد کے معترف تھے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہ حنفی کی بنیاد حضرت ابن مسعودؓ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اجتہادی فیصلوں پر ہے۔ آپ کے اجتہادی مسائل میں چند درج ذیل ہیں۔

آپ کے دور میں کچھ لوگوں کا نظریہ یہ تھا کہ اگر امت میں اختلاف ہو جائے تو فیصلہ صرف قرآن سے کرانا چاہیے۔ آپ نے لوگوں کو جمع کر کے فرمایا کہ اگر زوجین میں اختلاف ہو جائے تو اللہ تعالیٰ حَکَم اور ثالث بنانے کا حکم دیتے ہیں۔ آپ کا اشارہ آیت:

"وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِنْ أَهْلِهَا"

کی طرف تھا یعنی اگر امت میں اختلاف ہو جائے تو ثالث بنانا کیوں ناجائز ہوگا؟ کیا امت محمدیہ کا مقام و مرتبہ مرد و عورت سے بھی کم ہے۔ (مسند احمد ج:۱، ص:۴۵۳، رقم الحدیث ۶۵۶)

مجتہد کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ ایک مسئلہ کی مختلف احادیث کو سامنے رکھتا ہے۔ پھر اپنی اجتہادی قوت سے ایک کو ترجیح دیتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ میں یہ خصوصیت کمال درجہ کی تھی۔ چند مسائل درج ذیل ہیں جن کے متعلق احادیث کا ایک ذخیرہ موجود ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان میں سے ایک جانب کو ترجیح دی۔

انوکھا فیصلہ

ایک شخص نے ایک خنثیٰ سے شادی کی اور مہر میں اس شخص نے اپنی بیوی (خنثیٰ) کو ایک لونڈی دی، وہ خنثیٰ اس قسم کا تھا کہ اس کا فرج، مردوں اور عورتوں دونوں قسم کا تھا، اس شخص نے اپنی بیوی (خنثیٰ) کے ساتھ جماع کیا تو اس سے ایک لڑکا تولد ہوا اور جب اس خنثیٰ نے اپنی لونڈی کے ساتھ جماع کیا تو اس سے بھی ایک لڑکا پیدا ہوا، یہ بات مشہور ہوئی اور معاملہ امیر المؤمنین سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے

Marfat.com

خنثیٰ مشکل سے سوال کیا تو اس نے بتایا کہ اس کا فرج عورتوں والا بھی ہے' کہ اس سے ماہواری بھی آتی ہے اور مردوں والا بھی ہے کہ اس سے خروج منی بھی ہوتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں غلاموں برق اور قنبر کو بلایا اور ان کو حکم دیا کہ وہ خنثیٰ مشکل کی دونوں طرف والی پسلیاں شمار کریں' اگر بائیں جانب کی ایک پسلی دائیں جانب کم ہو تو پھر اس خنثیٰ مشکل کو مرد سمجھا جائے گا' ورنہ عورت' وہ اسی طرح ثابت ہوا' تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے مرد ہونے کا فیصلہ صادر فرمایا اور اس کے خاوند اور اس کے درمیان تفریق کر دی' اور اس کی دلیل یہ ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اکیلا پیدا فرمایا اور جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام پر احسان کا ارادہ فرمایا کہ اس کا جوڑ پیدا فرمائے تا کہ ان میں سے ہر ایک اپنے جوڑے سے سکون حاصل کرے' جب حضرت آدم علیہ السلام سو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بائیں جانب سے اماں حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو پیدا فرمایا' جب بیدار ہوئے تو ان کی بائیں جانب ایک حسین وجمیل عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ تو اس لیے مرد کی بائیں جانب کی پسلی عورت سے کم ہوتی ہے اور عورت کی دونوں جانب کی پسلیاں برابر ہوتی ہے' کل پسلیوں کی تعداد چوبیس ہے' بارہ دائیں جانب اور بارہ بائیں جانب ہوتی ہیں جبکہ مرد کی دائیں جانب بارہ اور بائیں جانب گیارہ ہوتی ہیں' تو مرد کی کل پسلیاں چوبیس کی بجائے تئیس ہوتی ہیں' اس حالت کے اعتبار سے عورت کو "ضلع اعوج" کہا جاتا ہے' اور حدیث شریف میں تصریح ہے کہ عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہے' اگر تو اس کو سیدھا کرنا چاہے تو یہ ٹوٹ جائے گی' اس لئے اس کو اپنی حالت پر چھوڑ کر اس سے نفع اٹھا۔

رزق کہاں سے آئے گا

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے پوچھا گیا کہ یا حضرت اگر ایک آدمی ایک کوٹھری میں بند ہو اور کھڑکی روشن دان اُس میں کوئی نہ ہو اور کوٹھری مُقفل ہو اس کوٹھری کے باھر ایک اور کمرہ ہو اور اسکے گرد ایک اور فصیل ہو اور یہ سب کچھ ایک قلعے میں بند ہو تو اس آدمی کا

Marfat.com

رزق کس راستے سے آئے گا حضرت علی نے فرمایا جس رستے سے اسکی موت آئے گی اسی راستے سے اسکا رزق آجائے گا"۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فیصلہ پسند فرمایا

"ایک مرتبہ رسول معظم ﷺ کی خدمت میں دو شخص حاضر ہوئے، ایک نے دعویٰ کیا حضورؐ! میرے پاس ایک گدھا تھا اور اس شخص کے پاس ایک بیل، اس کے بیل نے میرے گدھے کو مار ڈالا، حاضرین جلسہ میں سے ایک صاحب بولے کہ جانور بے زبان پر کیا ضمان و تاوان، حبیب اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اے علی! تم ان دونوں میں تصفیہ کردو، حضرت علی نے فریقین سے سوال کیا، یہ دونوں رسی میں بندھے تھے یا کھلے تھے یا ایک بندھا تھا اور ایک کھلا تھا؟ فریقین نے جواب دیا گدھا بندھا تھا، مگر بیل چھوڑا ہوا تھا اور بیل کا مالک اس کے پاس تھا، آپؐ نے حکم دیا: بیل والے پر ضمان ہے، گدھے کی قیمت اس کے مالک کے حوالہ کردے، رسول الثقلین ﷺ نے یہ فیصلہ پسند فرمایا اور یہی حکم جاری کیا"۔

مشہور زمانہ فیصلہ

"دو شخص کھانے بیٹھے، ایک کے پاس پانچ روٹیاں تھیں، دوسرے کے پاس تین، جب دونوں نے اپنا اپنا کھانا سامنے رکھا تو ایک تیسرا شخص ادھر سے گزرا اور ان کو سلام کیا، دونوں نے اس کو بلایا، وہ بھی آکر بیٹھ گیا، تینوں نے مل کر وہ سب آٹھ روٹیاں کھا ڈالیں، تیسرا شخص اٹھ کھڑا ہوا اور جاتے ہوئے آٹھ درہم دونوں کو دیتے ہوئے کہا: یہ کھانے کا عوض ہے، جو میں نے تمہارے ساتھ کھایا ہے، اس کے جانے کے بعد دونوں میں حجت و تکرار شروع ہوئی جس کی پانچ روٹیاں تھیں، اس نے کہا: میں پانچ درہم لوں گا اور تجھ کو تین درہم ملیں گے؛ کیونکہ تیری روٹیاں تین تھیں، تین روٹی والے نے کہا: میں تو نصف سے کم پر ہرگز راضی نہ ہوں گا، یعنی چار درہم لے کر چھوڑوں گا، یہ جھگڑا اتنا طول پکڑا کہ بالآخر حضرت

Marfat.com

امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے مقدمہ پیش ہوا اور انصاف طلب کیا گیا، آپ نے دونوں کے بیانات سن کر تین روٹی والے سے فرمایا تم کو تین درہم ملتے ہیں، یہ کم نہیں ہے: کیونکہ تمہاری تین ہی روٹیاں تھیں؛ لہٰذا تم کو جو ملتا ہے اس پر راضی ہو جاؤ، مدعی: میں اپنا پورا حق لوں گا، حضرت علی رضی اللہ عنہ: اگر حق پر چلتے ہو تو تمہارا حق صرف ایک درہم ہے، تین درہم جو تم کو ملتا ہے تمہارے حق سے کہیں زیادہ ہے، مدعی: سبحان اللہ! آپ نے اچھا فیصلہ کیا، تین درہم یہ شخص خود دیتا رہا اور میں اس پر راضی نہ ہوا، اب آپ فرماتے ہیں کہ تیرا حق ایک ہی درہم ہے، علیؓ: بے شک تمہارا حق صرف ایک درہم ہے، تمہارا فریق تین درہم پر صلح کرتا رہا، مگر تم نے نہ مانا اور بات بڑھادی، اب تم مانتے نہیں تو سن لو کہ تمہارا حق کیا ہے، مدعی: فرمایئے اور وجہ معقول بیان کیجئے، علیؓ: آٹھ آٹھ روٹیوں کے تین ٹکڑے برابر کے کرو تو چوبیس (24) ٹکڑے ہوئے، اب تم تین آدمی کھائے، یہ تو معلوم نہیں کہ کس نے زیادہ کھایا اور کس نے کم؛ لہٰذا فرض کرلو کہ سب نے برابر کھائے، مدعی: ہاں، بے شک، علیؓ: تو اس صورت میں ہر ایک نے آٹھ آٹھ ٹکڑے کھائے، تیری روٹیوں سے صرف ایک ٹکڑا بچا جو تیسرے نے کھایا اور تمہارے فریق کی پانچ روٹیاں تھیں، جن کے پندرہ ٹکڑے ہوئے، آٹھ خود کھایا اور سات تیسرے کو کھلائے، اب تمہاری تین روٹیوں کے نو ٹکڑوں میں سے صرف ایک ٹکڑا تیسرے آدمی نے کھایا جس کا عوض ایک درہم ہے اور تمہارے فریق کے سات ٹکڑے کھائے جس کا عوض سات درہم ہے، مدعی: آپ نے ٹھیک فیصلہ کیا، بے شک میرا حق ایک ہی درہم ہے اور میں راضی ہوں''۔

اسلامی تاریخ کا فیصلہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں لوگ کسی حادثہ یا واقعہ کی تاریخ مختلف طریقوں سے قلم بند کرتے تھے اور ان کے درمیان اختلاف تھا کہ تاریخ کس بنیاد پر مقرر کی جائے، بعض لوگوں کا خیال تھا کہ جس طرح اہل فارس اپنے بادشاہوں اور حکمرانوں کی

Marfat.com

پیدائش یا تخت نشینی سے زمانہ کا تعین کرتے ہیں، اس کو اختیار کیا جائے اور کچھ لوگوں کا رجحان تھا کہ رومیوں کا طریقہ اپنانا چاہیے، بعض صحابہؓ کی رائے تھی کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی تاریخ کو اسلامی جنتری کی ابتداء قرار دیا جائے،

حضرت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فیصلہ فرمایا کہ رسول ﷺ کی ہجرت مکہ سے مدینہ جس دن ہوتی ہے، اس کو اسلامی تقویم کی اساس و بنیاد بنایا جائے، حضرت عمر فاروقؓ اور تمام صحابہؓ کو یہ فیصلہ بہت پسند آیا اور حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ تاریخ کا تعین ہجرت نبویؐ کی بنیاد پر کیا جائے۔

گمنام قتل کا پتہ لگالیا

ایک مرتبہ ایک نوجوان چند آدمیوں کی شکایت لے کر آیا کہ لوگ میرے باپ کو سفر میں لے گئے تھے، یہ سب لوگ تو واپس آ گئے؛ لیکن میرا باپ واپس نہ آیا، میں ان سے پوچھتا ہوں تو کہتے ہیں کہ اس کا انتقال ہو گیا ہے اور جب اس کا مال دریافت کرتا ہوں تو کہتے ہیں کہ اس کے پاس کچھ مال نہ تھا؛ حالاں کہ وہ بہت سا مال اپنے ساتھ لے گئے تھے ،حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سب کو علیحدہ علیحدہ رکھا اور پہلے ایک کو بلایا اور اس سے تمام تفصیلات معلوم کیں، مگر اس نے اس کے قتل کرنے کا اقرار نہ کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک نعرہ تکبیر بلند کیا، جتنے ان کے ساتھ علیحدہ کمروں میں تھے، انہوں نے سمجھا کہ ان کے ساتھی نے راز فاش کر دیا، اس کے بعد جب یکے بعد دیگرے وہ سب بلائے گئے تو سبھوں نے اس کے باپ کے قتل کرنے کا اقرار کیا، آپ رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا کہ ان کو قصاص میں قتل کر دیا جائے۔

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا

نماز میں ہاتھ کہاں باندھے جائیں؟ اس بارے میں حدیث کا ایک ذخیرہ موجود ہے۔ حضرت علیؓ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کو سنت قرار دیتے ہیں فرماتے ہیں: ''اَلسُّنَّةُ وَضْعُ الْكَفِّ عَلَى الْكَفِّ فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ السُّرَّةِ''۔ (سنن ابی داؤد ج:۱ ص:۱۱۷)

Marfat.com

ایک روایت میں ہے:

عَنْ عَلِیٍّ، قَالَ مِنْ سُنَّةِ الصَّلَاةِ وَضْعُ الْاَیْدِی عَلَی الْاَیْدِی تَحْتَ السُّرَرِ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج:۱،ص:۴۲۷،رقم الحدیث ۱۳)

نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا سنت ہے۔

ترک قرأت خلف الامام

حضرت علی المرتضیٰ کا نظریہ یہ تھا کہ مقتدی امام کے پیچھے قراۃ نہ کرے۔ چنانچہ فرماتے ہیں: "مَنْ قَرَأَ خَلْفَ الْإِمَامِ فَقَدْ أَخْطَأَ الْفِطْرَةَ"

(مصنف ابن ابی شیبہ ج:۱ص:۴۱۲رقم الحدیث ۶)

جو شخص امام کے پیچھے قرات کرتا ہے وہ فطرت کی مخالفت کرتا ہے۔

آمین آہستہ کہنا

ابو وائل کہتے ہیں:

"کَانَ عُمَرُ وَعَلِیٌّ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا لَا یَجْهَرَانِ بِبِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَلَا بِالتَّعَوُّذِ وَلَا بِالتَّأْمِیْنِ" (سنن الطحاوی ج:۱ص:۱۵۰،باب قراۃ بسم اللہ الرحمن الرحیم فی الصلوۃ)

حضرت عمر اور حضرت علی نماز میں تعوذ، تسمیہ اور آمین آہستہ کہتے تھے۔

ترک رفع یدین

حضرت علی المرتضیٰ صرف شروع میں رفع یدین کرتے تھے:

"ان علی بن ابی طالب کرم اللہ وجهه کان یرفع یدیه فی التکبیرۃ الاولیٰ التی یفتتح بها الصلوۃ ثم لا یرفعهما فی شئی من الصلوۃ"

(موطا امام محمد ص:۹۴،باب افتتاح الصلوۃ،کتاب الحجۃ امام محمد ج:۱ص:۷۶)

حضرت علی المرتضیٰ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے،اس کے بعد نہیں کرتے تھے۔ دوسری روایت میں ہے:

Marfat.com

"کان یرفع یدیہ فی التکبیر الیٰ فروع اذنیہ ثم لا یرفعھما حتیٰ یقضی صلاۃ"

(مسند الامام زید ص: ۸۸ رقم الحدیث ۴۷، باب التکبیر فی الصلوٰۃ)

حضرت علی المرتضیٰ تکبیر تحریمہ کے وقت کانوں تک ہاتھ اٹھاتے، اس کے بعد آخر تک دوبارہ رفع یدین نہ کرتے تھے۔

حضرت علی المرتضیٰ کا مسلک یہ تھا کہ دیہات اور گاؤں میں جمعہ اور عیدین کی نماز درست نہیں۔ آپ کا فرمان ہے:

"لَا جُمُعَةَ، وَلَا تَشْرِيقَ، وَلَا صَلَاةَ فِطْرٍ، وَلَا أَضْحَى، إِلَّا فِي مِصْرٍ جَامِعٍ، أَوْ مَدِينَةٍ عَظِيمَةٍ" (مصنف ابن ابی شیبہ ج: ۲ ص: ۱۰)

مجتہد کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ وہ الفاظ حدیث کے ساتھ ساتھ منشائے نبوت کو بھی ملحوظ رکھتا ہے۔ یہ خوبی حضرت علی رضی اللہ عنہ میں بدرجہ اتم موجود تھی۔ چنانچہ آپ ہی سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نوکرانی سے بدکاری سرزد ہوگئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ اس کو حد لگاؤ میں نے جا کر دیکھا تو اس کے ہاں بچہ کی ولادت ہوئی تھی۔ مجھے خدشہ ہوا کہ اگر میں نے اس کو سزا دی تو یہ مرجائے گی۔ میں بغیر سزا دیئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ کو واقعہ بتایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "احسنت" تو نے بہت خوب کیا۔ (صحیح مسلم ج: ۲ ص: ۷۱ باب حد الزنا)

اسی طرح ایک اور موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ایک صحابی پر لوگوں نے زنا کی تہمت لگائی۔ آپ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ اس شخص کو قتل کردو۔ حضرت علیؓ گئے تو دیکھا کہ وہ ایک کنویں میں پاؤں لٹکائے بیٹھا ہے۔ آپؓ نے اسے پکڑا تو معلوم ہوا کہ وہ شخص تو حقوق زوجیت ادا کرنے پر قادر ہی نہیں تو آپ نے اس کو قتل نہ کیا۔ (صحیح مسلم ج: ۲ ص: ۳۶۸ باب براۃ حرم النبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ من الریبۃ)

ملاحظہ فرمائیں دونوں روایتوں میں حضرت علیؓ کا عمل بظاہر الفاظ حدیث کے مخالف

Marfat.com

ہے مگر منشائے نبوت کے عین مطابق ہے مجتہد کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ امت میں پیش آنے والے نئے مسائل کے حل کی فکر میں رہتا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ اس خوبی سے بھی متصف تھے۔

چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے حضور سے پوچھا:

یا رسول اللہ ان نزل بنا امر لیس فیہ بیان امر ولا نھی فما تامرونا؟

حضور اگر ہمیں کوئی ایسا مسئلہ ہو پیش آجائے جس کا حل وضاحت کے ساتھ نص میں نہ ہو تو ہم وہ مسئلہ کیسے حل کریں گے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا:

"تشاورون الفقھاء والعابدین"

ایسے مسائل میں مجتہدین اور فقہاء کی طرف رجوع کرنا وہ ان مسائل کو حل کر دیں گے۔ (المعجم الاوسط طبرانی ج:۱ ص:۴۴۱ رقم الحدیث ۱۶۱۸)

سب سے اچھا فیصلہ کرنے والے

ایک موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ! "علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے اچھا فیصلہ کرنے والے ہیں" سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ تبوک کے علاوہ تمام غزوات میں شریک ہوئے، ہر معرکہ میں سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی شجاعت و بہادری اور فداکاری کا لوہا منوایا بدر و احد، خندق وحنین اور خیبر میں اپنی جرأت و بہادری کے خوب جوہر دکھائے۔ آپ نے آخری وقت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تیمارداری کے فرائض سرانجام دیئے اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ آپ کو "غسلِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔

9ھ میں جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خلیفہ اول سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو "امیر حج" بنا کر روانہ کیا اور ان کی روانگی کے بعد سورہ برأت نازل ہوئی تو اس کی تبلیغ پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مامور کیا۔ آپ بہت زیادہ

Marfat.com

عبادت گزار تھے، امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے زبیر بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے کسی ہاشمی کو نہیں دیکھا جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ عبادت گزار ہو۔ امّ المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت زیادہ روزہ دار اور عبادت گزار تھے۔ آپ بہت زیادہ سخاوت کرنے والے تھے کوئی سائل وحاجت مند آپ کے در سے خالی نہ جاتا تھا۔

آپ قرآن مجید کے حافظ اور اس کی ایک ایک آیت کے معنیٰ اور شانِ نزول سے واقف تھے۔ آپ کو بچپن میں قبولِ اسلام کی سعادت نصیب ہوئی اور بچوں میں سے سب سے پہلے آپ ہی دولتِ ایمان سے منور ہوئے، آپ کو "السابقون الاولون" میں بھی خاص مقام اور درجہ حاصل ہے، آپ "بیعتِ رضوان" اور "اصحابِ بدر" میں شامل رہے۔ آپ "عشرہ مبشرہ" جیسے خوش نصیب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں بھی شامل ہیں جن کو حضور ﷺ نے دنیا میں ہی جنت کی بشارت وخوشخبری دی۔ مکی زندگی میں حضور ﷺ کے ساتھ آپ ہر قسم کے مصائب و مشکلات کو جھیلتے رہے۔ حضور ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بغض رکھنے کو محرومی کا سبب قرار دیا۔ حضرت زر بن جیش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے دانہ کو پھاڑ کر درخت نکالا اور جان کو پیدا کیا کہ نبی امی ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ مجھ سے وہی محبت کرے گا جو مومن ہوگا اور مجھ سے وہی بغض رکھے گا جو منافق ہوگا (صحیح مسلم)۔ خلیفہ سوم سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تین ماہ کم پانچ سال تک خلافت جیسی اہم ذمہ داری پر متمکن رہے۔

❖❖❖❖❖

Marfat.com

دامادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
اللہ
رسول
محمد
تالیف محمد فیاض چشتی
پروگریسو بکس

Marfat.com